رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ رجسٹرڈ ایل ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

الحکم

ہفتہ وار

قادیان

دورِ جدید

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

بیا در بزمِ مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
حکومت اور والیان ریاست سے عہ ر
امراء و رؤسا سے مہ ر
معاونین سے عمہ ر
عوام سے صہ ر
ممالک غیر سے ۱۲ ے ر

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ ۲ ر

جلد ۴۰ مورخہ ۲۴ محرم ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۳۷ء یوم چہارشنبہ نمبر ۱۰-۱۱-۱۲

جماعت احمدیہ قادیان کا یوم التبلیغ

قادیان ۴ اپریل آج مقامی جماعت احمدیہ نے یوم التبلیغ جو کہ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی خوبیاں پیش کرنے کے لئے مقرر تھا۔ جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کے زیر انتظام نہایت شاندار طریق پر منایا۔ نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے محلہ جات کے سیکرٹریان تبلیغ کو مضافات قادیان کے مختلف جہات کے دیہات تقسیم کر دیئے گئے تھے تاکہ ان میں وہاں کی آبادی کے لحاظ سے مبلغین بھیجنے کا وہ انتظام کر سکیں۔

ہر محلہ کے سیکرٹری تبلیغ نے محلہ کے احمدیوں کے گروپ بنائے۔ اور ہر گروپ کا ایک امیر اور ایک نائب امیر مقرر کر دیا۔ اس انتظام کے ماتحت قادیان کے تمام احمدی سوائے ان کے جو معذور یا مجبور تھے آٹھ بجے صبح اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں جمع ہوئے۔ اور دعا کے بعد مختلف جہات میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ ہو گئے اس دن احمدیوں کی تمام دکانیں اور دیگر کام بالکل بند رہے۔

ہر قصبہ کی آبادی کے لحاظ سے ہر گروپ کو تبلیغی ٹریکٹ دیئے گئے۔ جو اس موقعہ کے لئے ناظر دعوت و تبلیغ نے شائع کئے تھے۔ ہندوؤں کے لئے اردو ہندی کے ٹریکٹ۔ سکھوں کے لئے اردو گورمکھی کے اور عیسائیوں کے لئے اردو میں تعلیم یافتہ طبقہ میں ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں یہ ٹریکٹ تقسیم کئے گئے۔ اور ان پڑھ طبقہ کو پڑھ کر سنائے گئے۔ اس طرح مقامی اصحاب نے ۷-۸ میل کے حلقہ کے دیہات میں پیدل جا کر تبلیغ کی۔ اور بعض احباب بذریعہ ریلوے اور بعض بذریعہ سائیکل جن کی تعداد قریباً ایک سو تھی تبلیغ کے لئے گئے۔ کل وفود ۸۰ تھے۔ جن کے افراد کی مجموعی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ ان وفود نے ۷۰ دیہات کے غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کی۔

ملک فضل حسین صاحب سیکرٹری اچھوت اُدھار سبھا قادیان نے اچھوتوں کو اپنے مکان پر دعوتِ طعام دی۔ کھانے کے بعد انہیں تبلیغ کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بائیس ۲۲ عورتوں اور مردوں نے قبول اسلام کیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

چونکہ تمام مرد اپنا کاروبار بند کر کے اشاعت اسلام کے لئے چلے گئے تھے۔ اس لئے دوکانوں اور محلہ جات کے پہرہ کا انتظام نیشنل لیگ کور نے کیا۔ احمدی مستورات نے بھی تبلیغ میں حصہ لیا۔ اور کئی سو مختلف تبلیغی ٹریکٹ جو غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کیلئے مفید ثابت ہو سکتے تھے تقسیم کئے باوجودیکہ مطلع ابر آلود تھا اور ترشح ہو رہا تھا۔ جس نے پچھلے پہر بارش کی شکل اختیار کر لی احباب نے پوری سرگرمی سے کام کیا۔ ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے محبت کا سلوک کیا اور توجہ سے باتیں سنیں۔ کسی جگہ سے متعلق کسی ناگوار واقعہ کی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ (الفضل)

میاں محمد احمد خانصاحب کے فرزند ارجمند کی ولادت

۳۱ مارچ ۱۹۳۷ء کو یہ خبر نہایت مسرت اور انبساط سے ساکنین دار الامان نے سنی کہ میاں محمد احمد خانصاحب جو حضرت نواب محمد علی خانصاحب کے صاحبزادے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نواسے ہیں کے ہاں رات گیارہ بجکر پانچ منٹ پر فرزند ارجمند تولد ہوا۔ مولود مسعود حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا نواسہ ہے۔ اس طرح یہ نونہال دونو طرف سے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درخشندہ گوہر ہے۔ ہم اس تقریب پر دونو خاندانوں کو مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اور بچے کے لئے تمام آسمانی برکات کا وارث بننے کی دعا کرتے ہیں۔ آمین

روحانیت کی غذا دیتا ہے الحکم کا پرچہ

از چوہدری محمد علی خانصاحب اشرف پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بیرم پور

میں بتاؤں کہ وہ کیا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
اللہ والوں میں بٹھا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
آؤ آؤ کہ یہاں ملتا ہے مولے کا جمال
ذات مولا کا پتہ دیتا ہے۔ الحکم کا پرچہ
جسمانیت کی غذا پاؤ گے ہر جا لیکن
روحانیت کی غذا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
عشق مولا کا جو طالب ہے وہ آئے ادھر
روئے انور کو دکھا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
عشقِ صادق جو ہے مطلوب تو دوڑے آؤ
ذاتِ مولا سے ملا دیتا ہے۔ الحکم کا پرچہ
گرگِ دنیا سے اگر چاہو خلاصی پانا
ایسے پھندوں سے چھڑا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
اگر چاہو کہ ملے تم کو رسائی حق تک
راہ سیدھی یہ بتا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
جلوۂ یارِ ازل کی ہے تڑپ جو دل میں
اس کے پانے کی صدا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
مئے عرفاں سے اگر چاہو کہ مسرور رہیں
جام الفت کا پلا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
اپنے مولیٰ کی محبت میں جو چاہو مرنا
اس کا دیوانہ بنا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
آتشِ عشقِ بتاں جلد بجھا کر دل میں
آگ مولے کی لگا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
عیسئے مریم سے نہ جن مُردوں نے پائی ہے حیات
ایسے مُردے بھی جلا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
ہفت افلاک کی اگر سیر بھی کرنا چاہو۔
طے منزل وہ کرا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
گر تمنا ہے کہ تم حسنِ معارف دیکھو
پردے آگے سے اٹھا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
پہلوئے یارِ ازل کی ہے تڑپ جو دل میں
ایسا موقع بھی دلا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
حبِ دنیا سے اگر چاہو ہٹانا دل کو
ایسی حسرت کو مٹا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
میلِ باطن سے اگر صاف کرانا چاہو
دوڑے آؤ کہ ضیا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
کیوں مغموم ہو اے مُردہ دلو یاں آؤ
کہ اب قلب صفا دیتا ہے الحکم کا پرچہ
گر ہے خواہش کہ بنو منصور تو اشرف آؤ
دارِ الفت پہ چڑھا دیتا ہے الحکم کا پرچہ

قابل توجہ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ضلع گورداسپور و ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ

دورِ حاضرہ میں مسلمہ طور پر یہ امر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جب تک دیہاتی آبادی کو علم کے نور سے منور نہ کیا جائے۔ بہیمیت ڈاکہ زنی۔ چوری۔ مقدمہ بازی اور ہر قسم واردات جیسی بُری چیز کبھی نہیں رُک سکتی، اس کی روک تھام ہر گورنمنٹ کا فرض اولین ہے اور رفاہِ عام کے ماتحت پبلک زندگی کو بہترین طریق پر چلانا اس کا اعلیٰ مقصد ہے۔ چنانچہ اسی لئے دیہات سدھار تحریک جاری ہے اور ہر جگہ اسکا چرچا ہے۔ اس تحریک نے دیہاتی آبادی میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ اگر گورنمنٹ کے حل عقد کا تعاون دیہاتیوں کے شامل حال رہا تو امید کی جاتی ہے کہ قلیل عرصہ میں ہی دیہات شہروں کی شکل میں تبدیل ہو جائیں گے۔ دیہات سدھار تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے تعلیم ایک لازمی چیز ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ گورداسپور نے اسکی اہمیت کو ہرگز نہیں سمجھا۔ کیونکہ معمولی بچت کیلئے پبلک امدادی مدارس کو جو کہ صحیح طور پر ڈسٹرکٹ بورڈ مدارس کے دوش بدوش ڈسٹرکٹ بورڈ کے معمولی خرچ پر چل رہے ہیں انکی امداد بند کرنیکے نوٹس جاری کر دیئے ہیں۔ اور ایک مفید شاخ سے ہاتھ اٹھائے جانے کا ارادہ کر لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں زنانہ تعلیم کو بھی ان ٹرینڈ استانیوں کے بہانہ سے نظر انداز کرتے ہوئے زنانہ امدادی مدارس کے ساتھ نہایت ہی ناروا سلوک کا تہیہ کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ ڈسٹرکٹ بورڈ کو ٹرینڈ استانیاں مہیا کرنے میں خود ابھی تک پورے طور پر کامیابی نہیں ہو سکی۔ اور ڈسٹرکٹ بورڈ زنانہ مدارس میں اَن ٹرینڈ استانیاں موجود ہیں۔ پبلک کی خیر خواہی اور ہمدردی اور دیہات سدھار تحریک کے دم بھرنے والے اور حامیانِ زنانہ تعلیم ڈسٹرکٹ بورڈ گورداسپور کی اس ذہنیت کو بنظرِ غور ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح انصاف کا خون بہایا جا رہا ہے۔ بہتر اور آسان صورت یہ تھی کہ کسی معقول تنخواہ دار کے سر پہ ہاتھ رکھا جاتا۔ اور صدہا طلبا ر کی سرپرستی سے سبکدوشی حاصل نہ کی جاتی۔ اگر ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ اس معاملہ میں ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں تو امدادی مدارس خرچ کے لحاظ سے ڈسٹرکٹ بورڈ کے لئے زیادہ مفید ہیں۔ توقع ہے کہ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گورداسپور جن کی غیر معمولی قابلیت۔ ہمدردی رعایا اور انصاف کی ضلع بھر میں دھوم مچ رہی ہے ازراہِ رعایا پروری و علم نوازی امدادی مدارس زنانہ و مردانہ کی امداد بند کرنے کے نوٹس پر توجہ فرمانے کے بعد نہایت ہی فراخ دلی سے امداد کو بدستور جاری رکھنے کے لئے حکم صادر فرمائیں گے۔

خاکسار ر. محمد رمضان انور سکرٹری انجمن دیہات سدھار اٹھوال ضلع گورداسپور بقلم خود ۱۹/۳/۳۷

مناظرہ مہت پور

مہت پور ضلع ہوشیار پور میں ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہماری جماعت اور انجمن اثنا عشریہ کے درمیان یکم اکتوبر سے ۴ اکتوبر ۳۶ء تک ہوا۔ اس مناظرہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے مولانا مولوی ابو العطاء اللہ دتہ صاحب جالندھری مبلغ بلاد عربیہ مناظر تھے۔ اور شیعہ صاحبان کی طرف سے جناب میرزا یوسف حسین صاحب مناظر تھے۔

مناظرہ کے موضوع چار تھے۔

(۱) صداقت دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
(۲) اثبات متعۃ النساء۔
(۳) اجرائے نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
(۴) اثبات تعزیہ داری۔

موضوع اوّل و سوم میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا فاضل مناظر مدعی تھا۔ اور دوم اور چہارم میں شیعہ مناظر۔ ہر ایک بحث کے لئے نو پرچے مقرر کئے گئے تھے۔ پانچ مدعی کے اور چار مدعا علیہ کے۔ یہ مناظرہ تحریری اور تقریری دونو طریق پر ہوا۔

اس مناظرہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے فاضل مناظر نے پوری قوت سے شیعہ مناظر کے دلائل کو توڑا ہے۔ اور ایسے آسان طریق سے حجج قاطعہ پیش کی ہیں کہ ہر وہ شخص جو اردو زبان میں لکھ پڑھ سکتا ہے۔ وہ ان چار مباحث میں نہ صرف جید عالم بن سکتا ہے بلکہ مناظرہ کر سکتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ان دلائل قاطعہ کی روشنی میں کسی شخص کو بحث کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں ہر اس شخص کو جو تبلیغ کے اہم ترین فرض کو ادا کرنا چاہتا ہے۔ یا ہر اس شخص کو جو شیعہ حضرات کے قرب و جوار میں رہتا ہے یہ مخلصانہ مشورہ دوں گا۔ کہ وہ اس مناظرہ کی روئیداد کو جو مولانا عبد الرحمٰن صاحب انور انچارج تحریک جدید۔ اور چوہدری عطا محمد صاحب پریذیڈنٹ انجمن اثنا عشریہ مہت پور نے مشترکہ طور پر شائع کی ہے۔ ضرور خرید کر مطالعہ فرمائیں۔

۱۶۲ صفحے کی کتاب ہے۔ اور اس کی قیمت صرف ۴؍ رکھی گئی ہے۔

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد بزرگوار کی محبّت اسلامی

ایک مجلس میں والد مکرم میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بیان کیا۔ کہ میاں جان محمد صاحب[٭] رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا تھا کہ جس جگہ مسجد اقصےٰ واقع ہے یہ جگہ پہلے سکھوں کے قبضہ میں تھی۔ اور خالصہ حکومت کی طرف سے یہاں کوئی حاکم رہتا تھا۔ انگریزی حکومت آنے پر اس جگہ کی نیلامی کا اعلان ہوا۔ اس پر ہندو لوگ مشورہ کر رہے تھے کہ اس جگہ کو خرید کر ٹھاکر دوارہ بنایا جائے۔ اس بات کا علم جب حضرت میرزا غلام مرتضےٰ صاحبؓ مرحوم کو ہوا تو انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ ہماری طرف سے تم نیلامی میں بولی دو۔ میں نے عرض کیا کہ مقابلہ ہوگا۔ کہاں تک بولی دیتا جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس جگہ مسجد بنائی جائے گی۔ آخری بولی ہماری ہو۔ چنانچہ میں نیلامی کے وقت حاضر ہوگیا۔ اور بولی دیتا رہا۔ حتیٰ کہ ۷۰۰ روپیہ تک بولی چڑھ گئی۔ اور یہی بولی ہماری طرف سے آخری تھی“

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد بزرگوار کو اسلامی مقامات اور شعائر سے کتنی محبت تھی۔ آپ نے پسند نہ کیا کہ وہ جگہ جہاں آپ مسجد اور خانہ خدا بنانا چاہتے ہیں اُسے ہندو خرید کر ٹھاکر دوارہ بنائیں۔ اور وہاں شرک ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اعلیٰ درجہ کے اخلاق

ایک مجلس میں والد مکرم میاں خیر الدین صاحب نے بیان کیا کہ جب مرزا نظام الدین صاحب کا بڑا لڑکا مسمّی دل محمد فوت ہوا۔ تو ہم تینوں بھائی تعزیت کے لئے ان کے پاس گئے۔ تو ان کی حالت سخت صدمہ رسیدہ تھی۔ دل محمد کا ذکر کرتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس اثنا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرنے لگے۔ کہ دل محمد کی بیماری کے دوران میں مجھ سے بیحد ہمدردی سے پیش آتے ہیں۔ ڈاکٹر اور طبّی امداد ہر وقت بھیجتے رہے ہیں۔ اس ہمدردانہ سلوک سے متاثر ہو کر کہا کہ یہ دونوں جہان کا بادشاہ ہے۔

میرزا نظام الدین حضرت صاحب کے اشدّ ترین مخالفین میں سے تھے۔ اُن کا یہ قول بتاتا ہے کہ حضرت صاحب اپنے مخالفین سے بھی اعلیٰ درجہ کے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ جس کی وجہ سے مجبور ہو کر مخالفین کو آپ کی تعریف کرنی پڑی ؛

قمر الدین مولوی فاضل قادیان

جناب شیخ اسمٰعیل صاحب سرساوی کی قلم سے

مَیں اپنے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کون کون سے اخلاق کا ذکر کر کے اپنے دوستوں کو سناؤں۔ آپ کے اخلاق اتنے اعلیٰ اخلاق تھے کہ آپ کے اخلاق میں خدائے قدوس کے اخلاق نمایاں طور سے ہمیں نظر آتے تھے۔ آپ کا خدائے قدوس کے بندوں سے اتنا گہرا تعلق تھا۔ کہ دشمن اسلام بھی جب کوئی دنیا سے رخصت ہو جاتا تھا۔ تو اُس کی موت کا بھی آپ کو اتنا افسوس ہوتا تھا کہ ہمیں یہ خیال ہو جاتا تھا۔ کہ کیا یہ شخص آپ کا دوست تھا جو آپ کو اِس کے مرنے کا اتنا افسوس ہوا

پنڈت دیانند صاحب کا جب آپ اپنی مجلس میں ذکر فرماتے۔ تو پہلے آپ ان کی خوبیوں کا ذکر فرماتے کہ ان میں یہ یہ باتیں اچھی بھی تھیں۔ مورتی پوجا کا کھنڈن کیا۔ توحید کا سبق دیا۔ اپنی سوتی ہوئی قوم کو جگا دیا۔ ان کی اچھی باتوں کا ذکر فرما کر پھر اُن کی اسلام کی دشمنی کا ذکر فرماتے۔ اور فرماتے کہ دیانند نے اسلام کی دشمنی میں حد ہی کر دی۔ اور اپنی قوم کے مذاق کو اتنا بگاڑ دیا۔ کہ وہ کسی بھی پاک مقدس شخص کی عزت کرنی نہیں جانتی۔ اور انہوں نے اپنی قوم کے دلوں کو اتنا گندہ کر دیا کہ اب وہ خدا کی بھی ہنسی اڑاتی ہے اور انہوں نے اپنی قوم کو اتنی گندی تعلیم دی کہ بیچارہ ہی بنا دیا۔ انہوں نے ایک ایسی لڑائی کی قوم تیار کی ہے کہ اب وہ دنیا میں مِل جُل کر زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ وہ وقت آنے والا ہے۔ اُس کی قوم ہی ان کی تعلیم کی دھجیاں اُڑائے گی اور اس کی تعلیم سے بیزار ہو جائے گی۔ اور اپنے آپ کو آریہ کہلانے سے شرم محسوس کرے گی۔ اور ان کی تعلیم پر ایسی موت آجائیگی کہ لوگ یہ کہا کریں گے۔ کہ دیانند کون ہوتا تھا۔ لوگ ان کے پیرو کہلانے سے مضائقہ کریں گے۔ اور اسلام کی تعلیم کو ہی قابل عمل سمجھیں گے۔ اور آہستہ آہستہ اسے قبول کرتے جائیں گے۔ اور اسلام کا خدا ان کی قوم کو ایسا دھکا لگائے گا۔ کہ وہ اسلام کی تعلیم کے گن گائیں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو دنیا میں انسان کو با اخلاق بناتا ہے۔ اور با اخلاق سے با خدا انسان بناتا ہے۔ اور ایسا پانی پلاتا ہے۔ کہ آب حیات بن کر ہمیشہ کی زندگی دیتا ہے۔ اور اُسے خدا سے ملاتا ہے۔ اور اسی دنیا میں انا الحق کی آواز دیتا ہے۔ اور یہ تسلّی دیتا ہے کہ اَے میرے بندہ میں وہی تیرا خدا ہوں کہ جس نے تجھے تیری زندگی کے سامان تیری پیدائش سے پہلے ہی بنا کر تیار کر رکھے تھے۔ میں تیرا وہی خدا ہوں جس نے تیری روح کو بھی زندہ رکھنے کے لئے اپنی رحمت کا چشمہ جاری کیا ہوا ہے۔ جو قرآن کریم ہے۔ اگر تم پاک ہو کر اسے چھوؤ گے اور اس پر غور کرو گے تو وہ تمہاری رُوح کو تسلّی دے گی۔ اور زندگی کی حقیقت تمہیں بتا دے گی کہ اسلام کا خدا ہی عجیب قدرتوں والا خدا ہے۔ کہ اپنے عجیب کاموں کا انکشاف تم پر کرے گا۔ اور اپنی وراء الورا ہستی کا ثبوت آپ دے گا۔ اور کہے گا کہ میں ایسی ہستی ہوں۔ کہ میری ہستی کُنہ کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ہاں جتنا میں چاہوں شناخت کیا جاتا ہوں۔ اور اپنی شناخت کے لئے چُن لیتا ہوں۔ اور اُسے اپنے غیب سے حصہ دیتا ہوں۔ تا میرے بندے اس کے ذریعہ سے مجھے شناخت کریں۔ اور میرے بندے مجھے اسلام میں ہی پا دیں گے۔ اور میں اپنے بندوں کو اسلام میں ہی ملوں گا۔ اور میں نے اپنے بندہ کو چُنا۔ تا دوبارہ اسلام کو زندہ کر کے دنیا میں اسلام کی روشنی کو پھیلائے۔ اور میرے بندوں کو اسلام میں داخل کرے۔ اور اسلام کا غلبہ ظاہر ہو۔

میرے دوستو اگرچہ یہ میرے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتنے اعلیٰ اخلاق تھے میرے پیارے کے کہ دشمنِ اسلام کا ذکر بھی کرتے ہیں تو کیسے الفاظ میں

[٭] یہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ میں مسجد اقصیٰ میں امام الصلوٰۃ تھے۔ منہ

کہتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ میں اپنے دوستوں کو یہ بھی بتاؤں گا کہ میرے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں تشدد سے کام لیا ہے وہاں آپ کے اعلیٰ اخلاق اسی کا ہی تقاضا کرتے تھے۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق اتنے اعلیٰ بلند پایہ کے اخلاق تھے کہ آپ کی پاک پیشانی میں اور آپ کے اعمال میں اور آپ کی گفتار میں اور آپ کی رفتار میں ہر وقت ہی نظر آتے تھے۔ اللہ اللہ کیسے اخلاق تھے میرے پیارے کے۔ اور کیسا جذب تھا آپ کے پاک قلب میں۔ جب آپ جلوت میں ہوتے تھے تب بھی اللہ جل شانہٗ کی ہی عظمت اور جلال کا ہی ذکر فرماتے۔ اور جب آپ خلوت میں ہوتے تب بھی اُس کی ہیبت آپ کے قلب پر مستولی ہوتی تھی۔ اور اُس کی قدرت نمائی کا اظہار کرنے میں وقت گذارتے تھے۔ کبھی میں نے آپ کو آرام کرتے نہیں پایا۔ جب دیکھا آپ کو لکھتے ہی دیکھا۔ یہ تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق۔ ہماری جماعت کو آپ ہی کی پیروی کرنی چاہیے آپ یہی فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی کا سب سے اعلےٰ مقصد یہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا جلال ظاہر ہو۔ میرے دوستو اٹھو! اور کھڑے ہو جاؤ۔ اور دنیا میں بکھر جاؤ۔ اور اپنے پیارے محبوب کی زندگی کے مقصد کو پورا کرو۔ اور جلد از جلد اس محبوب سبحانی کی زندگی کے اعلیٰ مقصد کو زمین کے کناروں تک پہنچانے والے بن جاؤ۔

میرے پیارو! اُس خدائے قدوس کے محبوب کی زندگی کے اعلیٰ مقصد کو جس نے سمجھا ہے۔ اس پاک کو بھی میں دیکھتا ہوں بے آرام ہی ہے۔ تم دیکھتے ہی ہو کہ وہ خدا کے جلال کے لئے کیسا بیتاب رہتا ہے۔ اس کا آرام اسی میں ہے۔ کہ خدائے قدوس کا جلال ظاہر ہو۔ اُس خدائے قدوس نے اس نقطہ سے قلب کو دیکھ لیا تھا۔ کہ اسی کے قلب میں میرے جلال کے ظاہر کرنے کی تڑپ ہے۔ یہی وہ قلب ہے جس میں میری محبت کی آگ ہے۔ جس نے قلوب میں میری محبت کی آگ لگانی ہے۔ اور قلوب کو صاف کرنا ہے۔ اور قلوب کی تمام آلائشوں کو جلانا ہے۔ اور صاف کرنا ہے۔

پس یہ کام کا وقت ہے کام کرو۔ مگر اپنے امام کے طرز طریق کے ماتحت۔ تا کامیابی بھی تمہارے ساتھ سازگاری کرے۔ اور تم خدائے قدوس کی رضا کے وارث ہو جاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے یہ سنا ہوا ہے۔ کہ جو شخص امام وقت کی منشاء کے موافق کام نہیں کرتا۔ وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور ثواب کا مستحق نہیں ٹھہر سکتا۔ پس جو کرو اپنے امام کی منشا کے موافق ہی کرو تا کامیابی تمہارے ساتھ ہو۔ اور ثواب کے مستحق بھی ٹھہرو۔

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بار بار یہ سنا ہے۔ کہ ہمارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ کہ اس کا تصرف سب پر غالب ہے۔ وہ کون سا انسان ہے جو اس کے تصرف سے باہر ہے۔ پس تم یہ خیال ہی مت کرو کہ وہ تم سے جدا ہے اور تمہاری نہیں سنتا ہے۔ میرے دوستو۔ میرے پیارو ہمارا خدا تو وفادار خدا ہے۔ تم اس کے وفادار بندے بن جاؤ۔ اور اس سے ایسی کامل وفاداری کرو۔ کہ دوسرے لوگوں میں اس کی نظیر ہی نظر نہ آئے۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وفاداری ہی تھی۔ جس نے انہیں حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کرنے میں مستعد کر دیا تھا۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قربان ہونے پر مستعد کر دیا تھا۔ یہی وہ وفاداری ہے جو خدا کے خاص الخاص بندوں کو دی جاتی ہے۔ اور یہ ان کو معجزہ کے طور پر دی جاتی ہے۔ جو دوسروں کو نہیں دی جاتی۔ خدا کے عجائبات کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔ کیا ہی اعلیٰ خلق ہے۔ جس کو وفاداری کہا جاتا ہے۔ اور یہ اُس کے آشنا کو ہی دیا جاتا ہے۔

پس تم بھی اُس کے وفادار بندے بنو۔ پھر خدا بھی تمہارے لئے اپنے عجائبات دکھائے گا۔ اور تمہارے دشمنوں کے دلوں پر بھی خدائے قدوس کا تصرف ہے۔ اس کی قدرتوں پر بھی ایمان لاؤ۔ اور دعاؤں میں تھکو نہیں۔ اور نا اُمیدی کو پاس بھی نہ آنے دو۔ اور صدق و صفا سے اُسے ہی پکارو۔ وہ تمہاری ہی خوشی کرے گا۔ اگر تم اس سے نا اُمیدی نہ کرو گے جو راست باز بنتے ہیں۔ اور راست بازی اختیار کرتے ہیں۔ تو وہ ان کے دشمنوں کو شرمندہ کرتا ہے۔ اور ان کی خوشی نہیں پوری ہونے دیتا۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں نے آپ کو آگ میں ڈالا۔ کیا ان کی خوشی پوری کی گئی تھی کہ وہ تمہارے دشمنوں کی خوشی کو پوری کرے گا۔ پس تم اُسی کے ہو جاؤ۔ منافق ہے وہ جو اپنے خدا کے لئے دل میں یہ دغدغہ بھی رکھتا ہے۔ کہ میرا خدا میری دعا نہیں سنتا۔ یہ نشان ہے جو مجھے اسلام کی صداقت کے لئے دیا گیا۔

میرے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ اپنی پاک مجلس میں یہ فرمایا۔ کہ جو اللہ تعالےٰ کے بندے اس کی طرف سے مامور ہو کر آئے ہیں۔ ان سب کو دیکھ لو۔ ان سب کی ایک ہی غرض تھی کہ اللہ ایک ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ اس کی صفت خالقیت میں کوئی شریک ہے۔ نہ اس کی صفت حیّ و قیوم میں کوئی شریک ہے۔ اور نہ اس کی صفت مالکیت میں کوئی شریک ہے۔ تو میں حیران ہوں کہ مسلمانوں نے کس طرح سے یہ مان لیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر زندہ ہیں۔ ان کے پاس تو قرآن جیسی پاک تعلیم موجود تھی۔ پھر ان میں یہ مشرکانہ عقیدہ آ کس طرح گیا۔ جس سے آسمان و زمین بھی کانپتے ہیں۔ جو گذر گئے ان کا معاملہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے اللہ تعالےٰ ان کو معاف کرے۔ مگر جنہوں نے میرے زمانہ کو پا لیا ہے۔ اور میری آواز کو سن لیا ہے اور پھر میرا انکار کر دیا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے حضور کیا جواب دیں گے۔ جب کہ میں نے ان کے سامنے قرآن کریم کو رکھ دیا۔ اور خدا تعالےٰ کی حجت ان پر پوری ہو گئی۔ اب یہ لوگ خدا کی گرفت سے بچ نہیں سکتے ان پر آسمان سے بھی عذاب آئے گا اور زمین سے بھی عذاب آئے گا۔ یہ خدا سے بھاگ نہیں سکتے۔

پھر فرمایا یہ لوگ نہ خدا کو تھکا سکتے ہیں اور نہ مجھے تھکا سکتے ہیں۔ مجھے خدا سے وہ تمام طاقتیں دی گئی ہیں جو تمام مامورین کو دی گئی تھیں۔ فی حلل الانبیاء میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ میں خدا کی طاقتوں کا مظہر ہوں۔ اور اسی کے نطق سے میں بولتا ہوں۔ اور یہ کہتا ہوں کہ میں خدا کا ہوں۔ تم مجھے فنا نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں للکار کر کہتا ہوں کہ تم سب کے سب مجھ پر ٹوٹ پڑو۔ اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ تم مجھے فنا نہیں کر سکتے۔ تم جتنے وار مجھ پر کرو گے وہ سب تم پر ہی پڑیں گے۔ میں سلامت رہونگا۔

اے نادانو! سوچو تو وہ کون سا راستباز ہے جس کو لوگوں نے فنا کر دیا ہو۔ جو میں فنا ہو جاؤنگا۔ اے نادانو! سوچو تو سہی جب میں خدا کا ہی ہوں۔ اور اسی کی گود میں ہوں تو تم مجھے کس طرح فنا کر سکتے ہو۔ اللہ اللہ اس وقت کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ آپؑ اتنے جلال میں تھے۔ اور بار بار اپنی زبان سے فرماتے تھے۔ نادانو! تم نے گروہ دجال کو مدد دی۔ اور ہزاروں ہزار مسلمانوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیا۔ اور صلیب کا پرستار بنا دیا۔ تمہاری آنکھیں اب بھی نہ کھلیں۔ میں نے قرآن کریم تمہارے سامنے رکھا۔ تم نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔

نادانو! عیسےٰ بن مریم تو مر گیا۔ اور جو مر گیا وہ خدا نہیں بن سکتا۔ اے نادانو! جب عیسائیوں کا خدا ہی مر گیا۔ اور عیسائیوں کا مذہب بھی پاش پاش ہو گیا۔ تو بتاؤ صلیب کہاں رہی اور صلیبی مذہب کہاں رہا۔ کیا اب بھی تم آنحضرتؐ کی حدیث کا مطلب نہیں سمجھو گے۔ اے خدا یہ لوگ تیرے حبیب محمد مصطفےٰ صلعم کی امت ہیں تو ہی انکی آنکھیں کھول دے اور ان کو حقیقی صراط مستقیم پر چلا دے۔ آمین

(بقیہ روایات صفحہ ۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

صاحبِ بصیرت کی سیر

محترمی قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی گذشتہ دنوں میں جب افریقہ سے تشریف لائے تو انہوں نے ذیل کا بلند پایہ مضمون دیا۔ اور کہا کہ مخدومی محترمی سید محمود اللہ شاہ صاحب بی۔ اے نے کسی رَو میں یہ مضمون لکھا تھا۔ باتوں کا سلسلہ جو چل نکلا۔ تو انہوں نے بے تکلف دوستوں کی مجلس میں پڑھ کر سنا دیا۔ قاضی صاحب نے ان سے زبردستی یہ مضمون لے لیا۔ اور قادیان لے آئے۔ یہاں انہوں نے مجھے اس خواہش کے ساتھ دیا کہ میں اسے الحکم میں شائع کر دوں۔

میں بھی سید صاحب سے تعلقات نیازمندی رکھتا تھا۔ اس مضمون میں جو دراصل اخبار کے لئے نہیں لکھا گیا۔ سید صاحب کی سیرت کا ایک باب نہاں ہے۔ یہ مضمون نہ صرف اعلیٰ درجہ کی ادبی خوبیوں کا حامل ہے۔ بلکہ ایک بے نظیر درس معرفت بھی ہے۔

"زندگی" کا جو بلند مفہوم سید صاحب نے پیش کیا ہے وہ ہزارہا کتب کا دو تین سطروں میں خلاصہ ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی زندگی اور معرفت میں ترقی دے۔ اور کبھی الحکم کے لئے کچھ لکھنے کی توفیق دے۔ میں اس مضمون کو قاضی صاحب کے شکریہ کے ساتھ شائع کرتا ہوں۔

یہ مضمون کہیں کاغذات میں گم ہو گیا تھا۔ جواب ملا ہے۔ اور یہی اس تعویق کا باعث ہے (ایڈیٹر)

کون ہے جسے سیر و تفریح کا شوق نہیں۔ لوگ سیر کو جاتے ہیں۔ دو دو چار چار مل کر جاتے ہیں۔ دنیا جہاں کی باتیں کرتے ہیں۔ نکتہ چینیوں کے باب کھل جاتے ہیں۔ ہر ایک پھول دادِ تحسین لیتا ہے۔ نظاروں کی دلفریبی پر تبادلۂ خیالات ہوتا ہے کیا یہی سیر کا ماحصل ہے؟

مجھے بھی سیر کا شوق ہے۔ میں بھی گاہے ماہے اپنے کام سے الگ ہو کر بند سے نکل کر شہر سے دُور نکل جاتا ہوں۔ میری سیر نرالی ہے۔ میں دوستوں سے نظر بچا کر چھپ چھپا کر نکلتا ہوں۔ اس طرح کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ میں تنہا نکلتا ہوں مگر نہیں کہہ سکتے کہ میں تنہا ہوں۔ میں خاموش ہوتا ہوں مگر میری خاموشی اوروں کی فصاحت اور گویائی سے کہیں زیادہ فصیح ہوتی ہے۔

میں باتیں کرنا جانتا ہوں۔ عموماً ہر مسئلہ پر بحث بھی کر سکتا ہوں۔ دلائل سمجھ سکتا ہوں۔ دے سکتا ہوں۔ مختلف مضامین کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال سکتا ہوں۔ اعتراضات کو ٹھنڈے دل سے سن سکتا ہوں۔ مگر..... مجھے چھوڑ دو۔ تنہائی میں مجھے چھوڑ دو۔ پھول کی نازک اندامی قابلِ تحسین نہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ میں اس کی خوبصورتی پر تبصرہ کروں۔ اس کی دل کو برما دینے والی نکہت کو الفاظ میں ادا کروں۔ یہ کیوں میری نظروں میں خوبصورت ترین شے ہے۔ میں نہیں بتاؤں گا۔ نہ پوچھو مجھ سے یہ راز نہ پوچھو۔ تم سن کر مسکرا دو گے اور مجھے دیوانہ سمجھو گے

ہاں یہ درست ہے میں دیوانہ ہوں۔ مگر یہ بھی صحیح ہے میری دیوانگی لاکھوں کی فرزانگی سے ہوشمند ہے۔ ہوشربا ہے۔ میری دیوانگی مجھے اکثر وہاں پہنچاتی ہے جہاں عقلمندوں کے خیال کو بھی پہنچ نہیں۔ فلسفہ و منطق کی بلند ترین پرواز اس سے بہت نیچے رہتی ہے۔

اس لئے میں نہیں بتاؤں گا کہ یہ ننھا سا پھول مجھے کیوں محبوب ہے۔ یہ رازِ سربستہ میرے اور اس کے درمیان ہی رہے گا۔ میرے اطمینان دل کے لئے یہ کافی ہے کہ یہ پھول میرا محرم ہے۔ جب میں اسے نہیں دیکھتا تو اس وقت بھی یہ میرے پیش نظر رہتا ہے اس کی ہیئت روحی اور اس کی کیفیت معنی میرے دل و دماغ میں موجود رہتی ہے۔ تم بے شک اسے اپنے قریب کر کے سونگھو۔ میں تم سے لڑ تھوڑا ہی سکتا ہوں۔ مگر میں تو اسے ناک کے قریب لانا بے ادبی۔ بے حرمتی سمجھتا ہوں۔ اس کا حسن معنی۔ اس کی لطافت باطنی میرے رگ و تار میں پنہاں ہے۔ اس کی خوبصورتی میرے تمام حواس پر متولی ہے۔

میں اپنی سیر میں اسے دیکھتا ہوں۔ ایک سرد آہ بھر کر گذر جاتا ہوں۔ تو مجھے بھی ایک رفیق سیر مل گیا اب تو میں تنہا نہیں؟ اچھا ہوا تم میرے ساتھ نہیں آئے ورنہ تمہیں مجھ سے شکوہ ہوتا۔ میں تمہارے لئے کیونکر سامان تفریح ہو سکتا ہوں۔ تمہارا مسلک جدا۔ میرا طریق جدا۔ میں پھول کو دیکھ کر کیوں خاموش اور افسردہ ہو گیا ہوں؟

نہیں میں خاموش تو نہیں۔ ہاں تم اس طرز تکلم سے نا آشنا ہو۔ تم اس اسلوب گفتگو سے بے خبر ہو۔ حاشا میں تمہاری تحقیر نہیں کر رہا۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ جو خوبیاں تم میں ہیں مجھ میں نہیں۔ اور رہا یہ کہ میں افسردہ ہوں۔ میرے عزیز یہ بھی صحیح نہیں۔ ہر ایک اپنے ماحول میں اپنی راحت پاتا ہے جسے تم افسردگی سمجھتے ہو۔ وہی میری کائنات مسرت ہے۔

دیکھا۔ تم میں اور مجھ میں کس قدر تفاوت ہے۔ بُعد مشرقین ہے۔ جبھی میں کہتا تھا چھوڑ دو۔ مجھے تنہائی میں چھوڑ دو۔ میں میلوں چلتا ہوں۔ چلتا چلا جاتا ہوں۔ میں اپنے خیالات میں منہمک و مستغرق ہوتا ہوں نہ کسی کو مجھ سے واسطہ نہ مجھے کسی سے سروکار۔ راہ چلتی دنیا مجھے دیکھتی ہے۔ دیکھ کر مسکرا دیتی ہے۔ ہاں میں خوب سمجھتا ہوں ان کی مسکراہٹ کو۔ ان کا تبسم تحقیر آمیز ہوتا ہے۔ "ہو نہ ہو یہ کوئی پرانے زمانوں کا بچھڑا ہوا راہ گذر ہے"۔ "نہیں یہ تو دیوانہ معلوم ہوتا ہے"۔ "دیوانہ تو خیر نہیں کہہ سکتے۔ آدمی تو بظاہر بھلا چنگا معلوم ہوتا ہے"۔ "دیکھتے نہیں یہ کس طرح چلا جا رہا ہے۔ اسے موجودہ تہذیب کی نیرنگی و دلبربائی چھو تک نہیں گئی؟"

ہاں تم سب سچ کہتے ہو۔ درست کہتے ہو۔ تمہاری رائے زنی صحیح ہے بے شک میں صدیوں کا بچھڑا ہوا راہرو ہوں۔ میں حقیقت میں دیوانہ بھی ہوں۔ ہاں اس میں صداقت کا شائبہ ضرور ہے۔ کہ میں بظاہر اچھا بھلا ہوں۔ یہ تم نے بالکل ٹھیک کہا کہ موجودہ

تہذیب کی رعنائیاں میری نظر میں بے معنی اور مہمل ہیں کھیل تماشے۔ سینما تھیٹر۔ ناچ رنگ کے جلسے۔ کلب کی زندگی۔ موجودہ تمدن کے لہو و لعب میرے لئے بازیچۂ اطفال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

ایک بات تمہیں بتاؤں۔ سن لو! ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ دیوانے بھی بسا اوقات کام کی بات کہہ دیتے ہیں۔ جسے تم زندگی سمجھے ہوئے ہو میں اسے سگِ مردار سے بھی گھناؤنی سے سمجھتا ہوں۔"

"پھر زندگی کیا ہے"؟ موت اور کامل موت نفس کی لذّات کو۔ جسم کے آرام کو۔ خواہشات۔ اور تمنّاؤں کو بکلی طور پر کچل دو۔ جلا دو۔ ان کی راکھ میں سے "زندگی" نمودار ہوگی۔ بڑھے گی۔ بڑھتی چلی جائے گی۔ ابدالآباد تک۔ ہمیشہ ہمیش مکان و زماں کی قید سے آزاد ہو کر۔ ہاں یہ مشکل ہے۔ سخت مشکل ہے۔ مگر:-

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۰)

کہ ہم اس کام کو جو تو نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ ایسے طور پر سرانجام دیں۔ کہ تو ہم سے خوش ہو جائے......

اے ذوالجلال! اے زمین و آسمان کے مالک۔ مختلف لوگ تیری بارگاہ میں مختلف آرزوئیں لے کر آتے ہیں۔ کوئی تخت و تاج کا خواستگار ہے۔ تو کوئی جاہ و حشمت کا طلبگار۔ کسی کو اولاد کی ہوس ہے اور کسی کو زر و مال کی خواہش۔ لیکن اے دو نو جہاں کے بادشاہ میری آرزو ہے۔ کہ تو مجھے اپنے بھیجے ہوئے مسیح کا سچا پیرو اور سچا خادم بنا۔ میں اپنی زندگی تیرے دین کی اشاعت کے لئے وقف کر چکا ہوں۔ تو میری اس قربانی کو قبول فرما۔ اور میرے سرود میں وہ آگ بھر دے کہ ظلمت کی عمارتیں اور مخالفت کے تودے میرے نغمے سے جل کر راکھ ہو جائیں۔ میری زبان میں وہ اثر پیدا کر کہ ان تیرہ خاکدان کے رہنے والوں کو روحانی زندگی کے سرچشمے کے نزدیک کر سکوں۔ یا بالفاظ دیگر احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے تیری گمراہ مخلوق کو آشنا کر سکوں۔ اللھم آمین۔

عاصم صاحب کا یہ بصیرت افروز اور درد انگیز کلام ابھی ختم ہونے پایا ہی تھا کہ ہوسٹل آگیا۔ ہمارے ساتھی وہاں کھڑے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر عاصم صاحب نے باہر ہی اپنے دوست سے دوبارہ ملاقات کے وعدے پر اجازت چاہی اور ان کو رخصت کیا۔ مجھے بھی آخر انہیں چھوڑنا ہی تھا۔ رات بھی کافی گذر چکی تھی۔ عاصم صاحب کو میں نے اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے چھاؤنی جانے پر اصرار کیا۔ آخر چار و ناچار انکو بھی وہیں سے رخصت کیا وہ یہ کہتے ہوئے سے پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔ اپنے میزبان کے ہاں۔ روانہ ہوگئے۔ اور میں نے اپنے گھر کا راستہ لیا۔

نوٹ:۔ اس عاجز نے یہ چند سطور محض اس لئے سپرد قلم کرنے کی جرأت کی ہے کہ ہمارے نوجوان بھائی جو اپنے فرائض کی ادائیگی سے غافل ہیں یا مغربیت کے اثر سے متاثر ہیں۔ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ سو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر کی اس تحریر میں اثر پیدا کرے گا۔ آمین

خاکسار:۔ محمد صدیق مولوی فاضل "جامعہ" از امرتسر

(بقیہ روایات صفحہ ۴)

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:۔ اگر میرا خدا مجھے یہ تسلی نہ دے دیتا۔ کہ میں نے ہی تجھے بھیجا ہے اور میں ہی تیری حفاظت کروں گا۔ اور تجھے لوگوں سے بچاؤں گا۔ اور اپنے بندوں کے دلوں پر وحی نازل کروں گا۔ اور دُور دُور سے تیری طرف لوگوں کو بھیجوں گا۔ اور تیری قبولیت کو زمین میں پھیلا دوں گا۔ اور ایسا موڑ دوں گا کہ میرے بندے تیری طرف اس کثرت سے رجوع کریں گے تو اُن کی ملاقات سے تھکیو نہیں۔ اور فرمایا وَسِّعْ مَکَانَکَ۔ کیا تم نے ان سب باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں لیا۔ میں نے تمہیں بہت سمجھایا۔ مگر تم نے انکار پر انکار ہی کیا۔ اگر تم انکار نہ کرتے اور خاموش ہو جاتے۔ تو تمہیں میرا خدا کبھی نہ جھنجھوڑتا۔ پھر فرمایا نور افشاں اخبار کا ایڈیٹر یہ یاد رکھے۔ اس کے خدا کو میرے خدا نے مار بھی دیا۔ وہ اب زندہ نہیں ہو سکتا پھر فرمایا مجھے تو خدا تعالیٰ نے اسلام کی آبپاشی کے لئے بھیجا ہے۔ اور اسلام ہی ایسا مذہب ہے کہ جو رواداری کے اصول کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور یہ سکھاتا ہے کہ تم کسی کے معبود کو بُرا نہ کہو۔ تا کوئی تمہارے سچے معبود کو بُرا نہ کہے۔ تم کسی کے بزرگ کو بُرائی سے یاد نہ کرو۔ تا کوئی تمہارے بزرگوں کو برائی سے یاد نہ کرے۔ نادان ہے وہ جو کسی کے بزرگ کی برائی کر کے اپنے مذہب کی حفاظت کرتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت آنے والا ہے اور قریب ہی ہے۔ کہ تم دیکھ لوگے کہ یورپ کا خدا مر جائیگا۔ اور کالے اور گوروں کا ایک ہی خدا ہوگا۔ اور ایک ہی رسول ہوگا۔ اور ایک ہی قبلہ ہوگا جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا بنایا ہوا ہے۔ اور مجھے ایسے لوگ دئیے جائیں گے جو دنیا کو توحید باریتعالیٰ کا سبق دیں گے۔ اور دنیا میں امن کی تعلیم پھیلائیں گے۔ اور دنیا کی ایسی کایا پلٹ دیں گے کہ دنیا میں اسلام ہی اسلام پھیل جائے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اخلاق کو منوا کر دکھا دیں گے۔ کہ ہمارا نبی ہی ایسا نبی ہے جو تمام انبیاء کا سردار اور سب کا تاج ہے۔ اُسی کا نور ہے جو مجھے ملا۔ پس خدا سے مت لڑو۔ کب تک خدا سے لڑتے رہو گے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ میری تبلیغ زمین کے کناروں تک پہنچائی جائے گی۔ اور سب کا مذہب اسلام ہوگا۔ میں تو تخم ریزی کے لئے آیا ہوں۔ میرے کام خود خدا پورے کریگا۔ اور سب سعید روحوں کو میرے ذریعہ ایک جمع کر دے گا۔ جو خدمت اسلام کو اپنے لئے خیر و برکت سمجھیں گے ؂

خلافت نمبر اور سلسلہ کے اہل قلم حضرات

میں اس اعلان کے ذریعہ تمام اہل قلم حضرات اور شاعروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی **سیرت** اور **کارناموں** کے مختلف پہلوؤں پر مضمون لکھ کر۔ یا کوئی لطیف نظم لکھ کر دفتر الحکم کو بھیج کر مجھے شکریہ کا موقع دیں۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ جو نظم یا مضمون علمی یا تاریخی یا ادبی پایہ سے گرا ہوا ہوگا۔ وہ کسی صورت میں بھی شائع نہیں کیا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نمبر کی اشاعت کا کام بڑے زور سے شروع ہے۔ احباب کو اس کی اشاعت کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے۔

محمود احمد عرفانی

قارئین الحکم کو اطلاع

میری بیماری اور کمزوری پھر الحکم کی تعویق کا باعث ہوئی۔ میری حالت ایسی ہو رہی ہے کہ بعض اوقات قلم تک پکڑنا مشکل اور دشوار ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں اخبار کی تیاری بالکل مشکل ہو جاتی ہے۔ اندریں حالات یہ نمبر تین اشاعتوں کا مجموعہ بنانے کے لئے مجبور ہوا ہوں۔ صفحات زیادہ کر دیئے گئے ہیں تاکہ کسی قدر کمی پوری ہو سکے۔ احباب صحت کاملہ کیلئے دعا فرماویں۔ والسلام

محمود احمد عرفانی

مَیں کیوں کر احمدی ہؤا

حاجی عبدالواحد مسکرا

ایڈیٹر صاحب کے تاکیدی حکم پہ اپنی سوانحعمری کے ۲۸۸ صفحہ کی نقل مختصراً تحریر کرتا ہوں۔ کہ میں کیونکر احمدی ہؤا۔ جس کا بہت طول قصہ ہے۔ اور جو کل سوال جواب ۱۰۰ صفحہ میں تحریر ہیں۔۔۔۔ ایڈیٹر صاحب اس میں سے بھی جتنا چاہیں تحریر کریں۔ میں دو تین باتوں کا مختصراً حال لکھوں گا۔۔۔۔ کہ میں کون ہوں۔ کس سلسلہ میں تھا۔ اور پھر کیونکر احمدی ہؤا۔ اس کے بعد آج چودہ برس تک جو عزیزوں نے پریشان کیا اور سوال جواب کئے۔ اور لاجواب ہو کر بیٹھ گئے وہ نہ لکھوں گا۔ کیونکہ بہت طول قصہ ہے۔

ہم لوگ کالپی والے مشہور ہیں۔ مگر مدت سے یہاں مسکرا میں آباد ہو گئے ہیں۔ اس ضلع میں یعنی ہمیرپور میں ہمارے بزرگوار وزیر محمدؐ فقیر محمدؐ نے یہاں سوداگری تمباکو میں اور ایمانداری میں اچھا نام پایا ہے اللہ پاک نے اب کچھ زمینداری بھی دے رکھی ہے۔ اور دکانیں بھی بہت سی بنالی ہیں۔ ہم لوگ سب برادران قریب ڈیڑھ دو سو آدمی ایک خاندان کے ہیں۔ اور ایک درجن دوکانیں تمباکو کی اس ضلع اور دیگر جگہ بھی کالپی والوں کے نام سے مشہور ہیں۔ ہمارے دادا صاحب عباداللہ اور والد غفور محمد صاحب نہایت سیدھے اور اللہ والے لوگ تھے۔ جن کو دنیاداری سے زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ مگر چچا وزیر محمدؐ صاحب۔ اور فقیر محمدؐ صاحب نے اس میں بہت سی ترقی کی اور ایمانداری کے ساتھ کی۔ اور اسلام کی خوبیاں اور نماز کی پابندی بھی مسکرا میں آکر آپ نے کرائی۔ اور آپ ہی یہاں کے پیش امام بنائے گئے۔ جو کچھ مسئلہ وغیرہ اور فتویٰ ہوتا۔ اس کو آپ ہی حل کرتے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ کل حصہ میرے حصہ میں اللہ پاک نے دیا۔ یعنی مسکرا میں پیش امام بنایا گیا۔ اور سب جتنے بھی نیک کام اور اسلامی کام تھے ان میں میں نے طاقت سے زیادہ حصہ لیا۔ اور قریب قریب ۔۔۔۔ دس بارہ لڑکوں اور آدمیوں کو قرآن شریف ختم کرادیا۔ اور عیدگاہ نہ تھی عیدگاہ بنوائی۔ بہرحال سب کچھ حصہ لیا۔ جسے دیکھ کر تمام گاؤں والے چچا صاحب کے حسن اخلاق کو بھول گئے۔ میرے حسنِ اخلاق اور مہمان نوازی کے گیت گانے لگے۔

۲۔ ہم لوگ سب برادران سلسلہ چشتیہ کے نام لیوا تھے۔ اور اس پہ بڑا فخر تھا۔ کسی سلسلہ کو بھی اس سے باعزت نہ سمجھتے تھے۔ مولانا نور محمدؐ صاحب دہلوی کے مرید تھے۔ وہ ہر سال آکر رونق افروز ہوتے ان کے ہمراہ پندرہ پچاس آدمی مہمان ہوتے اور ہم برادران اکٹھا ہو کر مہینہ پندرہ روز خوب ہو حق رہتی۔ نمازیں پڑھتے دعوتیں ہوتی۔ قوالیاں ہوتی۔ اور ہوا خوری ہؤا کرتی۔ مگر اس میں شامل زیادہ تر خاندان چشتیہ ہی تھا۔ دوسرے خاندان سے نفرت تھی۔ وقت روانگی مولوی صاحب کو ان کا نذرانہ کیا کرتے تھے۔ جو کچھ کسی سے ہو سکتا تھا کم سے کم دو چار سو روپیہ اور کچھ کپڑے ہم سب لوگ نذر کیا کرتے تھے۔

۱۹۱۹ء میں جب میں نے خاندان احمدیہ کا ذکر سنا۔ اور ماسٹر نذیر محمدؐ صاحب کو سلسلہ احمدیہ میں دیکھا۔ اور انہوں نے میرے ساتھ نماز نہ پڑھی۔ تو دیکھ کر تعجب ہؤا۔ ان کا برتاوہ اور طریقہ دیکھ کر نہایت طبیعت خوش ہوئی۔ یہ میرے دوست تھے۔ میرے چچا اور ان کے والد محمد صدیق صاحب ایک جان دو قالب تھے۔ اسی طرح ہم اور ماسٹر صاحب ایک جان دو قالب تھے۔ اب تو انہوں نے حق دوستی خوب ہی ادا کیا۔ اور سلسلہ کی کتابیں اور اخبار مجھے دکھائے۔ جس سے نہایت طبیعت خوش ہوئی۔۔۔۔

(۳) میرا سارا غرور اور فخر خاک میں مل گیا۔ ماسٹر صاحب کا برتاؤ دیکھ کر گردن گریبان میں ڈالنی پڑی جو باتیں دیکھی وہ صاف اور بالکل سادہ۔۔۔۔۔۔۔

جیسا کہ لوگوں کا بیان تھا کہ احمدی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتے ہیں۔ یہ بات بالکل غلط پائی۔ تحقیقات سے معلوم ہؤا کہ مرزا صاحب کو نبی تو مانتے ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اور ان کی غلامی کا جامہ پہن کر اس خطاب کا ملنا ثابت کرتے ہیں۔ کوئی حکم اپنا نہیں صادر فرماتے۔ وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پہ قدم بقدم چلنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اسی طرح میں نے جب کتابوں سے معلومات حاصل کیں تو اب طبیعت میں بڑی الجھن اور اشتیاق ہؤا۔ اور بے چینی ہوئی۔ البتہ جو احمدی لوگوں کے خلاف کتابیں تحریر تھیں وہ ضرور گالیوں اور بدزبانیوں سے لبریز تھیں۔ مولویوں نے یہاں تک لکھ دیا تھا۔ کہ ان کی کتابیں بھی کفر کا باعث ہے یہ لوگ بڑے مکار و دغاباز ہیں۔ اور غدار ہیں۔ اور اپنا گھر چندے سے بھر لیا ہے۔ رئیس بن گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں نے ریویو اخبار میں دیکھا۔ جس میں آمد اور خرچ کی ساری تفصیل تھی۔

معلوم ہؤا کہ ان لوگوں کی سب گپیں ہیں۔ اور جھوٹے الزام ہیں۔ جیسے چندہ وصول کر کے خود گھر بھر رہے ہیں۔ اسی طرح اوروں کو بھی سمجھ رکھا ہے۔

ڈرتا ہوں کہ غیبت نہ مان لی جائے اور فضول مضمون نہ بنے۔ اس وجہ سے یہ سارا قصہ چھوڑتا ہوں۔ ورنہ میں نے دس بارہ برس رہ کر اس سلسلہ کا نہیں بلکہ ان کا وہ برتاؤ دیکھا ہے جس کو کیا بیان کروں جب دیکھو عاشقی معشوقی کا بیان ہو رہا ہے۔ گانے بجانے کا انتظام ہے۔ قہقہے لگ رہے ہیں۔۔۔ اگر کوئی نیا آدمی حسب منشا کے نہیں گیا تو یار لوگوں نے فوراً آہاتھوں سے لیا۔ کہ میاں تم بھی کیوں نہیں مرید ہو جاتے ہو۔ صرف دو تین روپیہ کا تو خرچ پس پھر کیا ہے ایک روپیہ مولوی صاحب کی نظر کر دینا۔ دو روپیہ کی مٹھائی لے آؤ۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ اگر تمہارے پاس نہ ہو تو مجھ سے لے لو۔ ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہو اور اس نیک کام میں جی چراتے ہو۔ مختصر یہ کہ اسی طرح کہہ سن کر منہ میٹھا کیا اور فارغ ہوئے۔ پھر چاہے مردہ بہشت میں جاوے یا دوزخ میں۔ ان کی دانست میں کی ہوگی۔ اور شجرہ بطور سارٹیفکیٹ کے مل گیا۔ اور سب خوش رہے۔ یعنی پیر خوش۔ پیر بھائی خوش برادر خوش۔ غیر خوش۔ ماں باپ خوش۔ بیوی خوش محلہ خوش گویا آزادی ہی آزادی ہے۔ عاقبت کی کی خبر خدا جانے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں دیکھا نہ خوشی سے مطلب نہ رنج سے۔ اگر کوئی احمدی ہو گیا تو اللہ کا شکر کیا اور نصیحت کرنے سے مطلب۔ جس میں ایک روپیہ کا بھی خرچ نہیں۔ صرف دو پیسہ کا کارڈ لکھ کر ڈال دو کہ میرا نام بھی سلسلہ عالیہ میں داخل کر لیا جائے میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ ایمان لاتا ہوں۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ یہ سن کر سب لوگ آگ ہو جاتے ہیں۔ ماں باپ دادا۔ دادی۔ مولوی ملاں اپنے بیگانے سبھی گالیوں پہ اتر آتے ہیں۔ میں نے غور کیا ہے کہ ان کا کیا بگڑتا ہے۔ پھر سوچا۔ واقعی ان کا بڑا نقصان ہؤا۔ کیوں نہ رنج ہو اور صدمہ کریں مولویوں کا نذرانہ گیا، چراغی گئی، ایروں غیروں کے ڈھکوسلے گئے۔ اندھی بہروں پر لعنت بھیجی۔ جبھی تو یہ سب لوگ آپے سے باہر ہیں۔ واقعی تم لوگوں کو

بڑا نقصان ہوا۔ مگر اب صبر کرو اور ان لوگوں سے نہ بولو کسی اور کو بیوقوف بناؤ۔۔۔۔۔۔

مجھے بڑا تعجب اس پر ہوا کہ زانی ہو یا شرابی۔ چور ہو یا بدمعاش۔ مشرک یا کافر۔ جھوٹا ہو یا دغاباز سب صلِ علیٰ کے نعرے لگاتے ہیں۔ اور جو ان سب باتوں کو چھوڑ کر توبہ کرتا ہے اور احمدی ہو جاتا ہے۔ نماز روزوں کا پابند ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر گردن جھکا دیتا ہے اس کے اوپر لوگ لاحول پڑھتے ہیں۔ واہ رے عقل۔ ان ساری باتوں پر میں بہت عرصہ غور کرتا رہا۔ احمدی لوگوں کا برتاؤ دیکھ کر بہت خوش ہوتا۔ اور جب اپنے لوگوں میں اس کا ذکر سنتا تو آجاتا قریب ایک برس سنہ ۱۹۲۰ء تک اسی الجھن میں پڑا رہا۔ اب دن بدن دل میں بڑی پریشانی ہوئی۔ اور بہت کمزور ہو گیا۔ رات بھر نیند نہ آتی۔ اسی حالت میں پڑا پڑا کروٹیں بدلتا رہتا۔ اخیر سنہ ۲۰ء میں اللہ پاک نے اپنا فضل کیا۔ اور ایک روز ایسی طبیعت بے چین ہوئی۔ جمعہ کی شب تھی۔ دو بجے تک آنکھ نہ لگی۔ تو ایک ہوک سی دل میں اٹھی۔ اٹھ کر بیٹھ گیا اور رونے لگا پھر نہایا۔ اور نماز تہجد پڑھی۔ دعا مانگی کہ خدایا مجھے تسلی دے۔ اور میرا سینہ کھول دے۔ جو میں سیدھے راستہ پر آجاؤں۔ آخر ایک دم یہ رائے قائم کی۔۔۔۔ کہ دو پرچے لکھ کر ڈال دو۔ دیکھو اللہ پاک کا کیا حکم ہوتا ہے۔ جو حکم اللہ پاک دے وہی بہتر ہے آخر میں نے ایک پرچہ میں لکھا کہ:۔

سلسلہ احمدیہ سیدھے راستہ پر ہے

دوسرے پرچہ میں لکھا کہ

سلسلہ چشتیہ سیدھے راستہ پر ہے

اور یہ دونو پرچے گڑھی مڑھی کر کے جانماز کے سامنے ڈال دیئے۔ اور اپنے بھائی کو جگایا جو نابالغ تھا۔ اس کو جگا کر سمجھایا کہ جب میں نماز صبح کی پڑھ کر فارغ ہو جاؤں۔ تب اس میں سے ایک پرچہ اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دینا۔

اب میں نے بڑی رقت کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور خوب رو رو کر دعا مانگی کہ خدایا جو سلسلہ سچا ہو اسی کا پرچہ میرے ہاتھ میں ڈلوا دینا۔ قریب آدھ گھنٹہ کے یہ دو رکعت نماز ختم کی۔ اور پھر میرے بھائی نے میرے ہاتھ میں ایک پرچہ رکھ دیا۔ اب میں جو پرچہ درود شریف پڑھ کر کھولتا ہوں تو اس میں لکھا پاتا ہوں

کہ سلسلہ احمدیہ سیدھے راستہ پر ہے

یہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اور سجدہ شکر بجا لایا۔ صبح ہوئی تو ماسٹر صاحب سے یہ ذکر کیا۔ وہ سن کر خوش ہوئے۔ اور اب یہ ایک طرح کا اعلان ہو گیا اور لوگ مجھ کو قادیانی کہنے لگے۔ اس کے بعد برادران سے خط و کتابت ہوتی رہی۔ جو بہت طول ہے۔

بڑی بڑی دھمکیاں دی گئیں۔ اور زیادتیاں کی گئیں۔ بیوی پر زور دیا گیا۔ خدا کے فضل سے اس نے فوراً اعلان کر دیا کہ جس سلسلہ میں وہ ہیں اسی میں مجھے سمجھو مختصر یہ کہ ایک سال برابر اسی طرح لوگ پریشان کرتے رہے۔ اور بڑے بڑے نقصان پہونچانے والے ارادے کئے۔ تقسیم جائداد میں سے بہت کم حصہ دیا گیا۔ مگر میں نے اس روحانی دولت کے مقابل سب کچھ ہیچ سمجھا۔ اور خاموش ہو کر راضی برضا رہا۔ اور ہزار ہزار شکر کیا۔

آخر اللہ تعالےٰ نے وہ مبارک دن دکھایا کہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی خدمت میں اپنی بیعت کا خط لکھا۔ اور اپنے تمام گناہوں سے توبہ کی۔ ساتھ ہی بیوی بچے۔ بھائی اور بہنوئی بھی سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔

اور اور فائدوں کے علاوہ ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا۔ کہ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کے پانچ ماہ بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک اور متبرک مقام یعنی کعبہ شریف میں پہنچا دیا۔ یہ اس کا بڑا بھاری احسان ہوا۔ ورنہ برادران کے ساتھ کئی بار تیاری کر کے اور سامان باندھ باندھ کر خاموش بیٹھا تھا۔

دوستوں سے التجا ہے کہ میرے لئے دعاء فرمائیں۔ اور اللہ تعالےٰ پر شاکر رہیں کہ دیگر احباب جو ابھی تک احمدیت سے کوسوں دور ہیں اس نعمتِ غیر مترقبہ کو ہاتھوں ہاتھ لیں۔ ملاؤں اور فتنہ پرداز لوگوں کے پھندوں میں نہ پھنسیں۔ اللہ تعالےٰ ان کا ناصر ہو۔ آمین

دعا کا محتاج۔ حاجی عبدالواحد مکرا۔

لاہور میں ایک شام

مغربی تہذیب کے متعلق ایک احمدی کے تاثرات

(۱)

شام کی آمد آمد تھی؛ آفتاب کسی تھکے ماندے مسافر کی طرح ڈوبنے کے لئے تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ اس کی سنہری اور چمکدار کرنیں ماہ "مغربی ماہ جبیں" کی زلفوں کی طرح دیکھنے والوں کو اپنی طرف مائل کر رہی تھیں۔ وہ خوبصورت کرنیں تمام عالم پر چھائی ہوئی تھیں۔ جس سے دنیا کے تمام موجودات طلائی نظر آ رہی تھیں! پرندے جو دن بھر تلاش معاش میں مصروف رہے تھے۔ دن کو ختم ہوتا دیکھ کر اپنے اپنے نشیمن کی طرف اُڑے چلے جا رہے تھے۔ ان میں بعض ابھی درختوں پر بیٹھے آمد شام کی خوشی میں ایک عجیب لَے کیساتھ نغمہ سرائی کر رہے تھے۔

میں لاہور شہر میں سٹیشن کے پاس ہی اکیلا کھڑا اس منظر کو دیکھ کر تخیلات کی دنیا میں محو تھا! میری آنکھیں ابھی اس دلفریب نظارے کو اچھی طرح دیکھ بھال نہ چکی تھیں کہ میرے راستے سے قریب ہی ایمپرس روڈ پر مجھے دو سائیکل سوار نوجوان دکھائی دیئے! ان کی چال ڈھال کچھ ایسی مؤثر تھی کہ میں فوراً گذشتہ خیالات سے خالی الذہن ہو کر ان دونو کی طرف متوجہ ہوا۔ اور انہیں غور سے دیکھنے لگا۔

(۲)

ان کا گندمی رنگ کسرتی اور سڈول اعضاء۔ ان کی متانت اور سنجیدگی! چھوٹی چھوٹی خوبصورت ڈاڑھیاں اور نہایت دل آویز چہرے! ان سب باتوں نے مجھ کو متحیر سا بنا دیا۔ ان کے چہروں سے یوں طمانیت اور سکون کے آثار نمایاں تھے کہ گویا انہیں کوئی جواہرات کا بے بہا خزانہ ملا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں اس دنیا و مافیہا کی بالکل خواہش نہیں۔ جوں جوں میں نے ان کا گہری نظر سے مطالعہ شروع کیا۔ ان کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے میرا اشتیاق بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ اسی کشش نے مجھے مجبور کیا کہ میں ان سے ملاقات کروں۔ چنانچہ میں بھی اپنا سائیکل اس طرف پھیر کر جدھر کو وہ جا رہے تھے سوار ہو گیا۔ اور تیزی سے بھاگتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ اور ان کے شانہ بشانہ ہو کر "السلام علیکم" کہا!

ان میں سے ایک نے جو غالباً عمر میں بڑا تھا۔ اور میرے زیادہ قریب بھی تھا نہایت مسرت آمیز لہجہ میں میرے "سلام" کا جواب دیا۔

(۳)

اس کے بعد میں نے یوں اُس سے سلسلہ کلام شروع کیا۔

س۔ آپ کا اسم شریف؟

ج۔ جی اس عاجز کو "عاصم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

س۔ اور یہ آپ کے ہمرکاب کون صاحب ہیں؟

ج۔ یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ اور ان کا نام "مظفر" ہے۔

س۔ آپ کا درِ دولت۔ اور اس وقت کدھر کا قصد ہے؟

ج۔ ہمارا غریب خانہ راولپنڈی میں ہے۔ لاہور میں کسی ذاتی کام کے لئے آئے ہیں۔ اور "احمدیہ ہوسٹل" میں ایک معزز دوست سے ملنے جا رہے ہیں۔

س۔ اگر مجھے بھی اپنا ہم سفر بنالیں تو؟

ج۔ بڑی خوشی سے۔

اب انہوں نے میرے تعارف کی خواہش کی اور یوں گویا ہوئے

س۔ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

ج۔ میری سکونت اسی شہر میں ہے۔

س۔ آپ کا کیا اسم شریف ہے۔؟

ج۔ صادق

س۔ آپ کا شغل کیا ہے؟

ج۔ طبیہ کالج میں تعلیم پاتا ہوں۔

(عاصم) آپ سے مل کر ہمیں بہت خوشی ہوئی ہے

ج۔ مہربانی

اس کے بعد انہوں نے پھر اپنی وہی گفتگو شروع کر دی جس میں کہ میں مخل ہوا تھا۔ میں نے بھی موقعہ غنیمت سمجھا۔ اور ان کے خیالات کی گہرائیوں میں اترنے کے لئے اس گفتگو کو نہایت غور سے سننے لگا۔

(۴)

(مظفر) بھائی مغربی تہذیب و تمدن دنیا کو کھائے جا رہا ہے۔ اس سے متاثر ہو کر اشرف المخلوقات نے اپنی پیدائش کی حقیقی غرض و غایت کو فراموش کر دیا ہے۔ بلکہ اسے خود اپنی حقیقت سے بھی ناآشنائی ہے۔ اور تو علیحدہ رہے یہ نیا تعیش تو ہمارے سید و مولےٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کو بھی اپنی سیاہ چادر میں لپیٹے جا رہا ہے۔

عاصم۔ ہاں بھائی! اب تو مسلم اور غیر مسلم میں فرق کرنا بھی سخت مشکل ہو رہا ہے۔ نوجوانوں میں کوئی نشان بھی تو ایسا نہیں رہا جس سے ہم یہ پہچان سکیں کہ کون ہمارا ہم مذہب ہے اور کون نہیں۔ اگر ڈاڑھی مونچھ غائب ہے تو سر پہ بھی پگڑی یا ٹوپی کی بجائے ہیٹ لٹکا ہوا ہے۔ اور وہ بھی سر پہ نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور اگر سر ننگا ہی ہے تو عورتوں کی نقل کرتے ہوئے بال سنوارنے میں بھی کمال کو محال تک پہنچانے کی کوشش کی ہوئی ہے۔ سوٹ کے بغیر کالج جانا ہتک تصور کیا جاتا ہے۔ اور اس پہ طرّہ یہ کہ باوجود ان سب غلط کاریوں کے یہ لوگ اپنے اس عقیدے پر مُصر ہیں۔ کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ اور اب دنیا کو کسی مُصلح اور پیشوا کی ضرورت نہیں۔ تم نے تو ابھی کچھ دیکھا ہی نہیں اس نئی روشنی کا ستیاناس بعض ہندوستانیوں کو تو اس نے اتنا مغلوب کیا ہے۔ کہ مغربیوں کی طرح وہ اپنے بدن بلکہ اعضاء کو ڈھانکنا بھی عیب خیال کرتے ہیں۔ اور مجلسوں میں ننگا ناچنا فخر سمجھتے ہیں؛

(۵)

لیکن بھائی شکر ہے اس خالقِ کون مکاں اور رحمان و رحیم خدا کا جس نے فی زمانہ پھر چودہ سو سال کے بعد اس مغربی ظلمت اور دجالیت کو مٹانے اور بھولے بھٹکے انسان کی بہبودی کا سامان کرتے ہوئے مشرق سے ایک آفتاب طلوع کیا۔ جس آفتاب جہاں تاب کی کرنیں ظلمت کے پردوں کو دن بدن چاک کرتی چلی جا رہی ہیں۔ اور وہ دن قریب ہیں کہ یہ خورشید مشرق اس اس آدمیت سوز تہذیب کو جلا کر خاکستر کر دے گا۔ اور تمام موجودات اسلامی نور سے منور نظر آئے گا۔ اگر آج یہ گمراہ کن تمدن بظاہر ترقی پذیر ہے اور اس کے گرویدہ برسرِ عام اخلاق سوز ارتکاب کو بھی فخر خیال کرتے ہیں۔ تو ضرور اس میں کوئی راز مضمر ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمارا محسن خدا ہم نوجوانوں کو جنہوں نے اس ماہتاب کی روشنی سے حصہ پایا ہے یہ بتانا چاہتا ہے۔ کہ دیکھو ہم نے تم پر کتنا بڑا احسان کیا جو تم کو اس روحانی آفتاب کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہونے کی توفیق بخشی ورنہ تم بھی انہیں لوگوں کی طرح جنہیں دیکھ کر تم حیران ہو رہے ہو۔ اسلام سے دور بلکہ بیزار ہوتے۔

دوسرے وہ مسبب الاسباب ہم کو یہ نظارہ دکھا کر ہماری ان ذمہ واریوں کی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہے۔ جو ہم پہ اس روحانی نور سے روشنی پانے کی وجہ سے عاید ہوتی ہیں۔ گویا بالفاظِ دیگر ہمارا محبوب ہم سے یوں خطاب کر رہا ہے کہ

اے نوجوانانِ احمدیت!

اٹھو۔ اپنی زندگیوں کا جائزہ لو۔ اور غور کرو کہ ابھی تم نے کتنی مہمیں سر کرنی ہیں۔ یہ سب مخلوق جو تمہاری حیرانی کا موجب بن رہی ہے دن بدن گمراہی کے گڑھوں میں قدم مارتی چلی جا رہی ہے ظلمتِ مغربیت "زین لھم الشیطان اعمالھم" کے ماتحت ان پہ روشنی بن کر حملہ آور ہے۔ پس دوڑو کہ تمہارے بھائی ظلمت کے دریاؤں میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں۔ ان سب کو بچانا ہم نے تمہارے سپرد کر رکھا ہے۔ سو جلدی کرو اور اپنے ان گمراہ بھائیوں کی باگ ڈور میری طرف پھیرنے کی کوشش میں لگ جاؤ۔ تا یہ بھی صراطِ مستقیم کا مزہ چکھ لیں۔ اپنی زندگی اسی مقصدِ وحید کے لئے وقف کر دو۔ کہ میں نے اپنے نبی کے ذریعے تم میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسی مشعلِ راہ دے دی ہے۔ جس کو اگر استعمال کیا جائے تو وہ ظلمتوں کے عمیق در عمیق سمندروں کو بھی خشک کر سکتی ہے۔

پس ہمارا خدا اور ہمارا مقدس خلیفہ ہم سے یہی کچھ چاہتا ہے

(۶)

مظفر:۔ تب تو ہم پر بہت بڑی ذمہ واری عاید ہوتی ہے۔ مگر بعض نوجوان ہم میں سے بھی تو ایسے ہیں جو اس نور کے آگے سرنگوں ہونے کے باوجود مغربی اثر سے متاثر ہیں۔ اور ان اہم ذمہ واریوں کی طرف ان کو توجہ ہی نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں صرف زبان سے اور بیعت کے ذریعے احمدیت کی سچائی کا اقرار ہی احمدیت ہے

عاصم:۔ ہیں تو سہی لیکن ان کو بیدار کرنا بھی تو ہمارا ہی کام ہے۔ ہر انسان میں کمزوریاں بھی ہوتی ہیں اور خوبیاں بھی۔

مظفر:۔ ابھی ہوسٹل کتنی دور ہے۔

عاصم:۔ دیکھو! وہ سامنے بائیں جانب ۲ نمبر کوٹھی ہوسٹل ہی تو ہے۔

ابھی ہم ہوسٹل کے قریب پہنچے ہی تھے کہ ان کے وہ دوست جنہیں وہ ملنے جا رہے تھے دو اور نوجوانوں کے ہمراہ سائیکل پکڑے ہوسٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہے تھے۔ جونہی کہ ان کے دوست نے ہمیں آتے دیکھا ان کے چہرے پر مختصر سی مسکراہٹ آئی اور کچھ ٹھٹھک گئے۔ مگر پھر نہایت متانت سے آگے بڑھے۔

سڑک پر ہی ملاقات ہوئی۔ عاصم صاحب نے ان سے میرا تعارف کرایا۔ کچھ وقت مزاج پرسی میں صرف کیا۔ اس کے بعد ان کے وہ دوست جن کا نام "مبشر" تھا۔ فرمانے لگے ہمارا تو ابھی سات بجے کے قریب ہمارے کالج ہال میں "ڈیبیٹ" ہے۔ جس میں میں بھی سپیچ کروں گا۔ چلیے پہلے وہاں سے ہو آئیں"

چنانچہ ہم سب اس ارادے سے واپس لوٹے اور تھوڑی سی دیر میں گورنمنٹ کالج پہنچ گئے ایک جگہ دیوار کے ساتھ ہم نے سائیکل رکھے۔ اور ہال سے باہر سات بجے کا انتظار کرنے لگے۔ عاصم صاحب نے

اپنے دوست سے ابھی کچھ رسمی گلہ و شکایت کرنی تھی چنانچہ ٹھٹھرے کھڑے پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

عاصم: کہئے صاحب کیسی گذرتی ہے؛ غالباً ایک سال بعد ہی ملاقات ہوئی ہے۔

مبشر: نہیں بھئی؛ جلسہ سالانہ پر بھی تم ملے تھے

عاصم: اچھا تو دوست مبارک ہو تمہاری شادی کی خبر "الفضل" میں پڑھی تھی۔ بلکہ اب تو سنا ہے۔ کہ خانہ آبادی بھی ہو چکی۔ ہزار آرزوؤں کے بعد تمہاری شادی ہوئی۔ مگر ہمیں تم نے اس خوشی میں شریک نہ کیا؛

مبشر: (کچھ گھبرا کر) معاف کرنا۔ بھائی ان دنوں میں عجیب کشمکش میں تھا مجھے تمہارا خیال ہی نہیں آیا۔ اچھا کوئی بات نہیں ہماری باری بھی تو آئے گی

عاصم: نماز کا وقت ہے چلو پہلے نماز پڑھ آئیں۔

مبشر: بھئی ہم تو نماز جمع کریں گے ایسا نہ ہو کہ ادھر ہم نماز پڑھ رہے ہوں۔ اور ادھر میری باری آ جائے۔ آپ کو کالج کے معاملات کا علم نہیں اور اب تو وقت بھی کم ہے۔ کہئے آپ کا کیا فتویٰ ہے؛

عاصم: نماز تو بہر حال مقدم ہے! ہاں (بقول مفسرین) اگر حضرت سلیمانؑ باوجود نبی ہونے کے گھوڑوں کے پیار میں (صلوٰۃ وسطیٰ) کو بھلا سکتے ہیں۔ تو کیا ہم مغرب کی نماز مغربیت کی حقیقت معلوم کرنے میں صرف ایک آدھ گھنٹے کے لئے نہیں بھول سکتے

(۹)

اتنے میں ہال کا دروازہ کھلا اور ہم اندر داخل ہوئے اور سٹیج کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ کالجوں کے طلباء حسب استطاعت سوٹ پہنے سر ننگے ایک ہاتھ میں رومال۔ دوسرے میں سگریٹ سلگائے اندر آ رہے تھے۔ ان کی یہ ہیئت دیکھ کر عاصم صاحب اپنی سادگی میں جھٹ بول اٹھے کہ "بھائی مبشر! ان میں سے کوئی مسلمان بھی ہے"؟

مبشر: آپ کا کیا خیال ہے؟

عاصم: مجھے تو ان میں سے ایک بھی مسلم نوجوان نظر نہیں آتا۔

مبشر: دیکھئے یہ جو ہمارے پیچھے والے بینچ پر بیٹھے ہیں۔ یہ سب مسلمان ہی تو ہیں!

عاصم: اللہ اللہ! مسلمانوں کی یہ حالت ہے الٰہی مغربیت تیرے رسول کی امت کو نگلے جا رہی ہے۔ تو ان کی حالت پر رحم کر۔ ہمارے آقا نے ٹھیک فرمایا تھا لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبر و ذراعاً بذراع" یعنی ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت بھی مغضوب علیہ گروہ میں شمار کی جائے گی۔ اے قادر مطلق! انہیں اس زمانہ کے مسیح کو قبول کرنے کی توفیق دے "مبشر صاحب" کوئی بھی تو شعار اسلامی ان میں ہم کو نظر نہیں آتا۔ جس سے ان کی پہچان ہو سکے۔

مبشر: تم ان میں مذہبی شعار تلاش کرتے ہو ان میں سے اکثر خدا کی ہستی کے بھی منکر ہیں۔ مغربی محققین کا ان پر اتنا اثر ہے کہ مسئلہ ارتقاء کی بحث میں آ کر یہ اپنے آباؤ اجداد کی عزت کا بھی لحاظ نہیں کرتے اور ان کو بندروں اور دیگر جنگلی جانوروں کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔

عاصم (اپنے مخصوص انداز میں) اچھا تو تلاوت اور نظم خوانی کون کرے گا۔

مبشر: نئی تہذیب کی "بودی" شریعت نے ان احکام کو منسوخ کر دیا ہے۔ یہ نئی مجلسیں اپنے آپ کو اس بات سے بالا سمجھتی ہیں کہ وہ کاروائی شروع کرنے سے قبل خدا کا نام لے لیں۔ ان کے اکثر مذہب کو ایک لعنت تصور کرتے ہیں۔ صرف الارم بجتا ہے اور کاروائی شروع ہو جاتی ہے

ان کی یہ بحث ابھی جاری ہی تھی کہ ایک من چلا نوجوان جو غالباً اس مجلس کا پریذیڈنٹ تھا۔ پھدکتا ہوا سٹیج پر آیا۔ گھنٹی بجائی اور کوئی معذرت کر کے جس کی مجھے سمجھ نہ آ سکی۔ کہنے لگا

because the debate has been postponed.

جونہی کہ اس کے منہ سے یہ فقرہ نکلا تمام ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ عاصم صاحب سے پھر رہا نہ گیا۔ اور تعجب انداز لہجہ میں کہنے لگا ہیں! یہ کیا ماجرا ہے؟

مبشر: (افسوس ناک شکل بنا کر) ماجرا کیا بتاؤں چلئے ڈیبیٹ ملتوی کر دیا گیا ہے۔

عاصم: اور یہ تالیاں؟

مبشر: یہ ان کا مجلسی نعرہ ہے۔ جسے یہ لوگ داد خواہی کے موقعہ پر استعمال کرتے ہیں۔

عاصم: یہ کام تو ابدی شریعت میں عورتوں کے سپرد کیا گیا تھا۔ افسوس! تف ہے ایسی تہذیب پر

سہ

اٹھا کر پھینک دو ان کو گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

اس کے بعد ہم ہال سے باہر نکلے۔ اپنے اپنے سائیکلوں کی بتیاں جلائیں اور واپس چل پڑے۔ راستے میں سب ہمارے آگے آگے جا رہے تھے۔ صرف میں اور عاصم صاحب پیچھے ذرا فاصلے پر تھے۔ عاصم صاحب پر ان واقعات کا اتنا اثر تھا کہ نصف راستہ گزر گیا۔ لیکن ان کی مہر سکوت نہ ٹوٹی۔ آخر میں نے ان کی اس قسم کو توڑنے کی خاطر ان سے پوچھا کہ پہلے پہنچ کر آپ کتنی دیر وہاں ٹھہریں گے۔ لیکن اس کے جواب میں انہوں نے اپنے ان تاثرات کا ذکر شروع کر دیا۔ جو اس سے قبل کے سفر سے پیدا ہوئے تھے۔ اور میرے سوال کو قابل اعتناء نہ سمجھتے ہوئے کچھ عجیب درد بھرے انداز میں یوں لب کشا ہوئے۔

(۱۰)

ان نئی اخلاقی آندھیوں نے کس طرح روحانی مطلع کو غبار آلود کر رکھا ہے۔ زمینی نغموں۔ مادی حسن۔ اور دنیاوی نشے نے آسمانی عظمت اور وقار کو انسان کے دل سے بالکل نکال دیا ہے۔

اے خدا! اے زمینوں اور آسمانوں کے بادشاہ! اے وہ کہ کائنات کے ذرّے ذرّے میں تیرے حسنِ ابدی کا پرتو نظر آ رہا ہے۔ اے میرے محبوب کہ تیری شانِ جمالی ایک نغمۂ خاموش بن کر تمام موجوداتِ عالم پر چھائی ہوئی ہے۔ اے ہر دوسرا کے خالق! جب میں تیری اس گمراہ مخلوق کو دیکھتا ہوں تو مجسم حیرت بن کر رہ جاتا ہوں۔ اے خدا! مادی تمدن کے تجلیات نے انسان کو تیری ہستی اور اپنی پیدائش کے حقیقی مقصد سے بہت دور پھینک دیا ہے۔ مشرق کی اس روحانیت کو جو اب تک تیری مخلوقات کی زندگی کا سرمایہ رہی ہے۔ مغربیت ایک اژدہا بن کر کھاتی چلی جا رہی ہے۔ اے خدا! ہم میں یہ طاقت نہیں کہ ہم اس ظلمت کے پہاڑ کو اپنے راستے سے ہٹا سکیں۔ دنیا تیرے بھیجے ہوئے مسیح کا انکار کر رہی ہے۔ اس کے مخالفین دن رات صبح و شام اسے گالیوں سے یاد کرتے ہیں۔ تیرے اس پیارے اور مقدس نبی کی جماعت کو ہر جگہ ستایا جا رہا ہے۔ اگر تیرے بندے تیرا پیغام تیری مخلوق تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو انہیں ظاہری و باطنی ہر دو لحاظ سے زخمی کیا جاتا ہے اے معبودِ حقیقی! اس وقت تمام مذاہب عالم کے پیرو تیرے دین کی اشاعت کرنے والوں کو مسلنا چاہتے ہیں۔ اگر عیسائیوں کو زور آزمائی کا شوق چراتا ہے تو وہ ہماری طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ آریوں کو گالیاں دینے کا مزہ چکھنا ہوتا ہے۔ تو وہ بھی ہماری طرف ہی رخ کرتے ہیں۔ غرضیکہ آج ہر قوم تیرے اس قائم کردہ درخت کی جڑیں کھوکھلا کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہے۔

اے بادشاہوں کے بادشاہ! ہم تیرے ہیں اور تیری۔ تیرے دین تیرے رسول اور تیرے مسیح موعود کی عزت کی خاطر تجھ سے ملتجی ہیں۔ کہ تو اپنی بادشاہت دکھا۔ اور ظلمتِ مغربیت کو اس طرح پاش پاش کر دے کہ تمام دنیا کو "طلوع الشمس من مغربہا" کی پیشگوئی اپنی تمام شان میں پوری ہوتی ہوئی نظر آ جائے۔ نیز ہمارے دشمنوں کو ہمارے رستے سے ہٹا دے۔ اور ہمیں توفیق

(بقیہ مضمون صفحہ ۶ پر دیکھیں)

الحکم یا بالفاظ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے بازو کے کارنامے

میں ناچیز و احقر گذشتہ صحبت میں احباب کرام کی خدمت میں اپنے قومی آرگن الحکم کے متعلق اپنے خیال میں گو کافی سے زیادہ بحث کر چکا ہے کہ وہ کیوں ظہور پذیر ہوا۔ کس غرض و غایت کو لئے ہوئے اٹھا۔ کن مشکلات و کن دشوار گذار منزلوں میں سے خار دار جھاڑیوں کی رائی بھر بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے گذر کر اپنے خالی پیٹ پر صبر کا پتھر باندھے ہوئے کبھی بھوکا کبھی پیاسا۔ وقت بیوقت قوت لایموت پر ہی صبر کر کے اپنے فرائض منصبی کے ان مطالب و اغراض کو تندہی و جانفشانی سے پورا کرنے کی سعی بلیغ کر رہا ہے جن کے ماتحت مجاہدانہ طور پر وہ علم احمدیت لے کر اٹھا تھا۔ گو بارہا اُسے مصائب پر مصائب جھیلنے پڑے۔ مشکلات پر مشکلات دیکھنے پڑے۔ بسا اوقات زمانہ کی ناموافقت نے اس کی کمر ہمت توڑنا چاہا۔ اور اُسے مایوسی کا عالم نظر آنے لگا۔ مگر واہ رے عرفانی تیرا عالی حوصلہ تیرا ان تھک مجاہدہ۔ تاریک و تار مخالفت و مشکلات کے پردوں میں بھی تیرا نور نظر تیری عارفانہ بینائی وہ کچھ دیکھ رہی ہے۔ جس کو دنیا کے بندوں کی کم ظرف و تنگ نظریں باوجود بظاہر موٹے موٹے ڈیلے۔ بڑی بڑی آنکھیں رکھنے کے مطلقاً نہیں دیکھ سکیں۔ چشم بینا رکھنے والوں نے مان لیا کہ بے شک تو عارف ہے۔ تو عرفانی ہے۔ تو نے معارف کو پایا ہے۔ تو بلا وجہ پُر مصائب پہاڑوں۔ سنگلاخ زمینوں اور پُر از خار میدانوں کو بے خوف و ہراس چیرتا اور پھاڑتا ہوا نہیں جا رہا۔ تجھے شروع سے ناموافق حالات کے ماتحت سیاہ بادلوں میں کوئی نورانی چہرہ ہی نظر آ رہا تھا۔ جو تو عاشقانہ انداز سے اُس محبوب کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے دوڑ دھوپ کر رہا تھا۔ پس دوستو! وہ اپنے مطلب کو پا گیا۔ گو ہم نے بوجہ بادی النظر رکھنے کے اس کے گوہر نایاب کو نہیں پہچانا تھا۔ مگر سچ سمجھو آجکل جس قوم کا کوئی آرگن نہ ہو۔ دنیا اس کی بقا کو فنا سے تعبیر کرتی ہے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے الحکم جاری ہوا تھا۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اسکی بڑھتی ہوئی ضروریات کو ملحوظ رکھیں۔ گو مانا کہ سب کی سب جماعت احمدیہ اس قابل نہیں۔ مگر ہماری جماعت میں بہت سی ایسی برگزیدہ و زندہ دل ہستیاں ہیں۔ جو اگر ذرا سی بھی توجہ دے کر اس اپنے قومی آرگن کو زندہ رکھنا چاہیں تو ان کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں۔ یاد رکھو کہ الحکم ادبی چٹخارے یا دل بہلانے کے لئے جاری نہیں کیا گیا۔ نہ ہی اس میں غزلیات و افسانے شائع ہوتے ہیں۔ مانا کہ یہ عامیانہ مذاق سے بالکل جدا شان رکھتا ہے۔ مگر اس شان کو پہچانو کہ وہ کیا شان ہے۔ وہ احمدیت کا صحیح ترجمان ہے۔ جس کی مخالفت پر ایک دنیا برساتی کیڑوں کی طرح سیاہ بادلوں کی مانند مور و ملخ کی طرح امنڈ ہی نظر آتی ہے۔ اندریں حالات اگر اپنی قوم نے بھی لاپرواہی کی اور خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئی۔ اور اپنے ہادی و مولیٰ کے فرمان کے ماتحت تبلیغی جہاد کے حرب کے لئے کل قسم کے کیل کانٹوں سے لیس نہ ہوئی تو یقیناً سمجھو کہ ہم نے اپنے اصلی فرض کو۔ اپنی غرض و غایت کو اپنی حیات و ممات۔ ہاں ہاں اپنی غرض پیدائش کو ابھی تک نہیں سمجھا۔ اس پہ ابھی تک باوجود نصف صدی گزر جانیکے غور نہیں کیا۔ حالانکہ ہماری جماعت خاص اہتمام کے ساتھ ایک خاص نظام کے ماتحت نظر آتی ہے اور شدید ترین مخالف بھی کہہ اُٹھے ہیں۔ کہ ایک جماعت احمدیہ ہی ہے جس کا نظام قابل رشک ہے۔ جس کے بچے بوڑھے اپنے مذہب پر مٹنے کو خاص فخر محسوس کرتے ہیں۔ پر کیا وجہ ہے کہ الحکم کے قارئین کرام ابھی خواب غفلت میں پڑے انگڑائیاں لیتے دکھائی دیتے ہیں۔ کیا ان کو جگانے کے لئے اسرافیلی صور نہیں پھونکا گیا۔ ان کو زندہ کرنے کے واسطے مسیحائی دم معجز نما موجود نہیں۔ کیا زمانہ کی تھپیڑوں نے ان کو ہوشیار و متنبہ کرنے کی بجائے تھپک تھپک کر سو جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ کیا سوئے ہوؤں پر پانی کے چھینٹے مارنا اُن کو سلا دینے کی تجاویز ہیں۔ یا آنکھیں کھول کر دن دیکھنے کی پس جاگو۔ اُٹھو اور کمر ہمت باندھ لو کہ تم نے دنیا بھر کی قوموں کے ساتھ بازی لگا رکھی ہے ان کو تم نے پچھاڑ کر گوئے سبقت لے جانا ہے۔ اور دنیا سے ایک خلیل منوانا ہے۔

پس اندریں صورت قارئین کرام اندازہ خود لگا سکتے ہیں کہ الحکم کو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ چونکہ اس کا مقصد تجارتی نہیں۔ بلکہ قوم کو نہیں بلکہ دنیا بھر کو خواب گراں سے بیدار کرنا۔ رسومات قبیحہ کی بیخکنی کرنا۔ زندہ مذہب کی پہچان دلانا مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کی حقیقت سے آگاہ کرنا ہے۔ جس سے وہ ترقی کے تمام مدارج طے کر کے اوج ثریا تک پہنچ سکے پس اسی مقصد عظیم کو سامنے رکھ کر اخبار ہذا کی اشاعت عمل میں آئی۔ اور ظہور پذیر ہوئی تھی۔ اور خریداروں کی عدم توجہگی سے یہ امر بخوبی ذہن میں آ سکتا ہے۔ کہ اس کے مدیر نے اس کو اتنے لمبے عرصہ تک جاری رکھ کر اپنی عالی حوصلگی کا بڑھ چڑھ کر ثبوت دیا ہے۔ اس لئے اب قوم کا بھی فرض اولین ہے کہ اگر وہ اپنی حیات اپنے حسیات اور اپنے جذبات کو برقرار رکھنا چاہتی ہے تو اس اپنے قومی آرگن کی قدر کرے۔ ان مشکلات کو دیکھ کر اور اپنی غفلت کو مدنظر رکھ کر اگر پھر بھی بعض احباب شاکی ہوں۔ کہ اخبار الحکم میں باقاعدگی نہیں۔ تو یہ یقیناً یقیناً ان کا اپنا قصور اور بلاریب اُنکو اپنی ذمہ واری سے لاپرواہی برتنا ہے

اگر قوم ایسے اہم پرچہ کی قدر و قیمت محسوس کرے اس کا بار اپنے ذمہ لے لیتی تو برسوں کا کام دنوں میں پورا ہوتا۔ اور تکمیل کو پہنچ جاتا۔ اگر ہمارا کہنا جھوٹ ہے تو اب بھی تجربہ کر کے دیکھ لے۔ حتی المقدور ہر فرد جماعت اسے خریدے۔ خریدے ہی نہیں بلکہ اپنے احباب و ہم جلیس اصحاب کے دلوں میں ایسے اہم پرچے کی ضرورت محسوس کرا کر ان کو بھی خریداری پہ مجبور کرے ایسی وسیع اور دنیا جہاں کی چار کونوں میں پھیل جانے والی مذہبی جماعت میں اگر دس بیس ہزار بھی بالفعل اخبار ہذا کے گاہک و خریدار پیدا کر دیئے جائیں۔ تو پھر اس الحکم کی بہار دیکھیں۔ کہ گلستان الحکم میں کیا خوشنما و دلکش رنگ برنگ کے پھول کھلتے اور دنیا بھر کو معطر کر دیتے ہیں۔ کیا کوئی ہے جو اس پر غور کرے؟ آہ دوستو! آپ صاحبان روزمرہ اخبار الفضل کے ٹائیٹل کو دیکھتے ہیں کہ مدت مدید سے حضرت اقدس کے ملفوظات سبق آموز سے بہرہ اندوز کرتا رہتا ہے۔ وہ اکثر کہاں سے لئے جاتے ہیں۔ کیا اس کے اخیر پہ آپ اخبار الحکم کا حوالہ نہیں پڑھتے۔ اور اس پر غور نہیں کرتے۔ کہ احمدیت کو اوائل کی زندگی میں الحکم نے باوجود بے سروسامانی کے وہ وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ کہ وہ نہ صرف اب ہم کو بلکہ ہماری آئندہ آنیوالی نسلوں کے لئے بھی رہبر و رہنما اور مشعل ہدایت کا کام دیتے رہیں گے۔ اگر ابھی بھی ایسے اشد ترین اہم پرچے کی قدر کی جائے تو اس کے مدیر حضرت عرفانی مدظلہ اور بفضل خدا آئندہ آنے والے عرفانی وہ وہ کام کر دکھائیں گے کہ شاید و باید کوئی دوسرا کر سکیگا۔

دو تین سال سے موجودہ صورت الحکم جو ہمارے پیش نظر ہے وہ کیسی اہم ہے۔ اگر یہ صورت جاری نہ کی جاتی۔ تو کس طرح ہر شخص کے احمدی ہونے کے وجوہات ہم یا آئندہ آنے والی نسلیں معلوم کر سکتے؟ روایات کس طرح جمع ہوتے؟ صحابیوں کی سوانح عمریاں کیونکر اکٹھی کی جا سکتیں؟ میرے خیال میں الحکم نے ایسا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جس کی ہمیں بیحد ضرورت تھی۔ اور

جس کا ابھی تک کسی کو خیال پیدا نہ ہوا تھا۔ بلکہ ہمارے وہم و خیال میں ممکن ہے۔ کبھی یہ ضروریات محسوس ہی نہ ہوتے۔ کیسے کیسے صحابہ گذرے ہیں۔ جن کے حالات اگر ہماری نظر سے اوجھل رہتے تو گویا ایک خزینہ گرانبہا کو ہم کھو جانے والے بدنصیب ثابت ہوتے پس میرے دوستو ان ضروریات سلسلہ عالیہ کو محسوس کرو۔ اور ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سعی کرو۔ تا یہ سبق آموز امور ضبطِ تحریر میں جلد آجائیں۔ اور بعجلت یہ اہم کام سرانجام پاجائے۔ جس کی نہ صرف ہمیں بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کو اشد ضرورت ہے۔ اور تقینی اور یقینی طور سے ان اہم امور کو فراہم کرنے اور انضباط میں لانے کا ایک ہی واحد ذریعہ ہے۔ کہ ہمارا کوئی خاص اخبار ان باتوں کے لئے وقف ہو جائے تو ہم اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش سمجھے جائیں۔ چونکہ اخبار الحکم نہ صرف ان امور کا محرکِ اولین بنا ہے۔ بلکہ اس نے اس تھوڑے اور نہایت ہی قلیل عرصہ میں اس کے متعلق بہت اور بہت بڑا کام کر کے دکھا دیا ہے لہٰذا اس کو ہی اس کام کے لئے وقف شدہ سمجھ کر اس کی بنیاد کو مضبوط کرنے کی فکر کرو۔ اور یہ کام تبھی ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے خریدار پیدا کئے جائیں۔ اور ہم میں سے بفضلِ خدا جو ذی ثروت اور اللہ کے دئیے مال و دولت والے احباب ہیں۔ اسکی خاص رعائت میں کوشاں ہو کر اس مشکل وقت میں دستگیری کریں۔ اور اراکین اخبار کو مالی ضروریات سے بے نیاز کر کے انہی ضروریات کو فراہم کرنے اور ضبطِ تحریر میں لانے کے لئے رہنے دیں۔ اور بس ؛

خادمِ قوم خاکسار محمد علی خاں اشرف عفی اللہ عنہٗ
پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بیرم پور

کھلی درخواست

بحضور فیض گنجور جناب صاحب رجسٹرار بہادر کواپریٹو سوسائٹیز پنجاب۔ لاہور

جناب عالی!

بصد ادب و لحاظ ہم فدویان خدمتِ عالیہ میں گذارش کرتے ہیں۔ کہ ہمارے گاؤں موضع بیرم پور تھانہ ہریانہ ڈاکخانہ گڑھ دیوالہ۔ تحصیل و ضلع ہوشیارپور میں اشتمال اراضیات کے ماتحت زمینوں وغیرہ کا رد و بدل کیا گیا ہے۔ اس میں ہم غریب مسلمانوں پر صریح ظلم و بے انصافی کی گئی۔ درآنحالیکہ ہم شروع سے واویلا کرتے چلے آرہے ہیں۔ کہ ہمارے قبرستان ہمارے لئے قابل ادب جگہیں ہیں۔ ان کو بدستور قائم رکھا جائے۔ نہ ان کو مزروعہ رقبہ میں ڈالا جائے۔ اور نہ ان میں سے کوئی راستہ نکالا جائے۔ مگر باوجود ہمارے درخواست پہ درخواست دینے اور چیخ و پکار کرنے کے ہماری آج تک پوری دادرسی نہیں کی گئی ہے۔ اس کے تدارک کے لئے ایک درخواست بتاریخ ۵/۲/۳ بمشورہ سب انسپکٹر صاحب۔ بخدمت سیکرٹری صاحب اشتمال اراضیات۔ دوسری ۲۲/۴ کو بمشورہ اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب ہوشیارپور بخدمت انسپکٹر صاحب حلقہ دسوہا ضلع ہوشیارپور۔ اور تیسری ۲۳/۱۱ کو معرفت جناب ناظر صاحب امور عامہ قادیان۔ بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع ہوشیارپور بھیجی گئی۔ اسی طرح ہم نے بذریعہ اخبارات بھی افسرانِ بالا تک اپنی آواز پہونچانے کے لئے بار بار واویلا کیا۔ جو روزنامہ الفضل اخبار قادیان مجریہ ۱۵ و ۲۶ و ۲۹ و ۶ کے نمبروں میں شائع ہو چکا ہے۔ جس پر صرف اتنا ہوا ہے۔ کہ صاحب اسسٹنٹ رجسٹرار بہادر ضلع ہوشیارپور کے حکم سے صرف ہمارا ایک قبرستان مزروعہ رقبہ سے نکال دیا گیا جس کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں۔ اور دوسرے قبرستان کے متعلق صرف اتنا کیا کہ وہ جس سکھ مذہب کے شخص کے مزروعہ رقبہ میں رکھا گیا تھا۔ وہاں سے نکال کر ایک تیسرے شخص مسلمان کے رقبہ مزروعہ میں زبردستی دے رہے ہیں۔ جو اس پہ صریح ظلم ہے۔ حالانکہ یہ قبرستان محکمہ مال کے سنہ ۱۹۱۱ء اور ۳۶-۱۹۳۵ء کی جمعبندی میں مندرج ہے۔ جسے کسی طرح بھی کسی مزروعہ رقبہ میں ازروئے قانون شامل نہیں کرنا چاہیئے اور پھر اس قبرستان کے ایک حصّہ میں سے راستہ نکالا گیا اُسے بھی ہٹا کر دوسری جگہ تبدیل نہیں کیا گیا۔ اس طرح ہم مسلمانوں کی قبروں کی بے حرمتی کر کے ہمیں اشتعال دلایا جا رہا ہے۔ ہمارے اس قبرستان کا حلقہ باڑ اور اس میں سے درخت وغیرہ اکھاڑ کر اس کا نام و نشان مٹا دیا گیا ہے۔ غرضیکہ اس کا کچھ حصہ راستہ میں شامل کر کے باقی حصّہ کو مزروعہ رقبہ میں ڈال دیا گیا ہے۔

عالیجاہا! باوجود ہمارے احساسات و جذبات کو مجروح کرنے اور اشتعال دلانے کے جو سراسر قانون کی بیحرمتی اور سکھاشاہی ہے۔ ہم قانونی کاروائی کر رہے ہیں۔ اور ہم میں سے سرکردہ مسلم اشخاص قرآنی و قانونی تعلیم کے ماتحت طرفین کو فسادات سے بچا رہے ہیں۔ لہذا اگر جلد اس قبرستان کو راستہ اور مزروعہ رقبہ سے نکال کر بدستور سابق اس کی حلقہ بندی نہ کرائی گئی۔ تو اندیشہ ہے اور خطرہ ہے کہ مسلم پبلک اپنے جذبات کو کچلا جاتا دیکھ کر جوش میں آجائے۔ اور جلد تدارک نہ کرنے کی وجہ سے ہندو و مسلم پبلک میں مشتعل ہو کر طرفین میں مقدمہ بازی شروع ہو جائے۔ کیونکہ موضع بیرم پور کے علاوہ گرد و نواح کے دیہات کے مسلمان بھی جوش میں بھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں چونکہ موضع بیرم پور میں جہاں اشتمال ہوا ہے کثرت آبادی ہندوؤں کی ہے۔ نمبردار دونو ہندو سکھ ہیں۔ ذیلدار سکھ۔ سب انسپکٹر و انسپکٹر اشتمال و اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب اشتمال اراضیات۔ اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سب کے سب ہندو و سکھ ہیں۔ اس لئے اشتمال کنندگان موضع بیرم پور کو مسلمانوں کے جذبات سے ذرا بھر بھی ہمدردی نہیں۔ اور ان پہ ناجائز دباؤ ڈالنے کے لئے ان کے احساسات و جذبات کو کچل کر ان سے بے انصافی برتی گئی ہے۔ لہٰذا حضور انور سے بصد ادب گذارش ہے۔ کہ انصاف و قانون اور رعایا پروری کے لحاظ سے ہم بیکس و عاجز مسلمانوں کی پوری طرح دادرسی فرما کر اس قبرستان کو بدستور سابق راستہ اور مزروعہ رقبہ سے نکال کر۔ اور اس پر حلقہ بندی کرا دینے کا حکم صادر فرما کر اور جس کسی کے رقبہ میں اس قبرستان کا رقبہ ڈالا گیا ہے وہاں سے نکال کر اس شخص کو دیا جائے جس میں یعنی جس کے رقبہ سے اب قبرستان نکالا جائے ہم مسلمان کسی کا حق زائل کرنا نہیں چاہتے۔ اور انصاف کا واسطہ دے کر . . . . محض انصاف کے طالب ہیں۔ اور بس۔

ہمیں امید واثق ہے۔ کہ حضور جو انصاف کے مکمل مجسمہ ہیں۔ ہم غریب مسلمانوں کو ہمارا جائز حق دلا کر ہمیشہ کے لئے ہمیں مشکوری کا موقع بخشیں گے۔

تمام خط و کتابت بنام ماسٹر محمد علی خاں اشرف جے۔ اے۔ وی ٹیچر و پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بیرم پور ڈاکخانہ گڑھ دیوالہ۔ ضلع ہوشیارپور کی جائے۔

نوٹ:۔ درخواست ہذا بذریعہ ڈاک بھی ملفوف حضور کی خدمت میں بھیج دی گئی ہے۔ نیز اس کی نقول صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع ہوشیارپور۔ اور ہز ایکسیلنسی گورنر صاحب بہادر صوبہ پنجاب کی خدمت میں بھیجی گئی ہیں۔

عرضی

فدویان:۔ جملہ مسلمانان موضع بیرم پور و مضافات علاقہ ہذا۔ ڈاکخانہ گڑھ دیوالہ۔ تھانہ ہریانہ ضلع ہوشیارپور۔

بقلم محمد علی خاں اشرف عفی اللہ عنہٗ۔ پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بیرم پور۔

شرح درثمین فارسی

از جناب قریشی محمد صادق صاحب شبنم بی اے (سرحدی)

گذشتہ سے پیوستہ

بہرِ حق داماں زغیرش برفشاند
ثانئے اونیست در بحر و برے

حق کے لئے اُس نے غیر اللہ سے اُس نے اپنا دامن جھاڑ لیا۔ خشکی اور تری میں اُس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوےٰ فرمایا۔ اسوقت تمام عرب آپ کے مخالف ہوگیا۔ اور اقارب نے بھی آپ سے قطع تعلق کیا۔ لیکن آپ نے محض خدا کی رضا کے لئے تمام عرب کی مخالفت کی پرواہ نہ کی۔ پھر عرب کے سرداروں نے دولت حسین عورتیں سلطنت وغیرہ کی لالچ دلائی۔ مگر آپ نے ان سب چیزوں کے لینے سے انکار کیا۔ اور حق پر قائم رہے

خشکی و تری:۔ اگر الفاظ کے معنے لئے جائیں تو شعر کا کوئی مفید مطلب نہیں نکلتا۔ تری میں ثانی کا نہ ہونا کوئی خوبی نہیں۔ کیونکہ پانی میں مچھلیاں اور دیگر آبی جانور ہوتے ہیں۔ ان سے مقابلہ کرنا بے سود ہے۔ لہٰذا بحر و بر استعارہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ بحر سے مراد عالم لوگ جو مذہبی لیڈر تھے۔ یہود اور نصاریٰ۔ اور بر یعنی خشکی سے مراد اُمّی لوگ۔ تو مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم جیسی مثال حق کو لینے اور غیر حق کو چھوڑنے کی نہ علماء میں سے کسی نے پیش کی ہے اور نہ امیوں میں سے کوئی پیش کرنے کے قابل ہوا۔ آنحضرت صلعم اُمّی ہوکر ایسی مثال قائم کر گئے۔

آں چراغش داد حق کش تا ابد
نے خطر نے غم زبادِ صرصرے

خدا نے آپ کو وہ چراغ عطا فرمایا کہ جس کو ابد تک کسی تند و تیز ہوا سے بجھنے کا خوف نہیں۔

چراغ سے مراد قرآن شریف اور صرصر سے مراد مخالفت اللہ تعالےٰ نے خود اس چراغ کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ نیز فرمایا کہ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ یعنی ہم نے ہی اس کتاب کو نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کرینگے کافر چاہیں گے کہ اس نور کو پھونک مار کر بجھا دیں۔ لیکن اللہ اس نور کو کامل کرے گا۔ اگرچہ یہ کافروں کی طبیعت پر گراں گذرے

حق پے تکمیلِ حسنِ روزگارِ ناقصاں
آفرید از نَحْنُ نَزَّلْنَا چراغِ ضوفشاں
تا خدا اَنْ یُّطْفِئُوْا در آیتے فرمودہ است
از فسردن مُتِمُّ ایں چراغ آسودہ است (شارح)

پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل
بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے

وہ جلال والے خدا کا پہلوان ہے۔ اور اس نے اپنی کمر میں شوکت کی تلوار باندھی ہے۔

بدرؔ و حنینؔ جیسے ہلاکت آفرین معرکوں میں بے سروسامانی کی حالت میں کودنے والا جرنیل۔ اپنی شوکت اور خداداد رعب سے قیصر و کسریٰ کے محلوں میں زلزلے لانے والا فیر ربّ جلیل ہی کا پہلوان ہو سکتا ہے۔ ؎

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ
(مسیح موعودؑ)

تیر او تیزی بہر میداں نمود
تیغِ او ہر جا نمودہ جوہرے

اُس کے تیر نے ہر میدان میں تیزی دکھائی ہے۔ اور اُس کی تلوار نے ہر میدان میں اپنا جوہر دکھایا ہے۔ بقول شیخ سعدیؒ ؎

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود خدائی تلوار تھے۔ اس لئے آپؐ کی تلوار کسی جگہ رُکنے والی نہ تھی۔ حضرت کعبؓ قصیدہ بانت سعاد لکھ کر آپ کی خدمت میں سنانے لگے۔ ایک شعر میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سَیْفٌ مِن سیوف الہند کی تعریف سے مخاطب کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی تصحیح فرماکر اُس کی جگہ سیف من سیوف اللہ اپنی تعریف لکھوائی۔ اور اس میں یہی نکتہ تھا کہ چاہے ہندی تلوار کتنی ہی کاٹ میں بہترین ہو پھر بھی انسان کی بنائی ہوئی ہے۔ اور کسی وقت اس کو شکست ہونی ممکن ہے۔ لیکن خدائی تلوار کو کوئی بھی شکست نہیں دے سکتا۔

کرد ثابت بر جہاں عجزِ بتاں
وانمودہ زورِ آں یک قادرے

اُس نے تمام دنیا پر بتوں کا عجز ثابت کر دیا۔ اور اُس قادرِ لاثانی کی طاقت کو ظاہر کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی تائید اور وعدوں پر بھروسہ کرتے ہوئے تھوڑی سی جمعیّت کے ساتھ بے شمار بت پرستوں کے مقابل پر نکلتے۔ اور ان کو شکست فاش دیکر ثابت کر دیتے کہ خدا کی تائید کے سامنے بتوں کی کوئی پیش نہیں جاتی۔ کیونکہ قریش اپنی ہر فتح کو بتوں کی تائید کی طرف منسوب کرتے۔ اور جب آپؐ سے شکست کھا کر بھاگتے تو وہ بتوں کی بے توجہی کے شاکی ہوتے۔ اور مسلمان فتح پاکر خدا کے لئے سجدۂ شکر بجالاتے۔

تا نماند بے خبر از زورِ حق
بُت ستا و بت پرست و بت گرے

اور بتوں کا عجز اس لئے ثابت نہیں کیا کہ بت پرستوں کی دلشکنی ہو۔ بلکہ یہ اس لئے کیا کہ تا بتوں کی تعریف کرنے والوں بتوں کو پوجنے اور بنانے والوں پر اس امر کے متعلق اتمام حجت کیا جاوے۔ کہ خدا کے زور کے آگے کسی کی کچھ پیش نہیں جاتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشن ہی یہی لے کر دنیا میں آئے تھے کہ تا انسانوں کو غیر اللہ کی پرستش سے نکال کر خدا کا پرستار بنائیں۔ پس جہاں بتوں اور خدائے قادر کی طاقت کا سوال ہوتا تو آپ کی غیرت جوش میں آجاتی اور آپ بتوں کے مقابلہ میں خدا کی بڑھائی پیش فرمانے لگتے۔ ایک لڑائی میں مسلمانوں کو اپنی غلطی کی وجہ سے نقصان ہوا۔ کافروں کو خیال ہوا کہ شاید مسلمانوں کے لیڈر سب اس جنگ میں کام آگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعہ چند معتمد صحابیوں کے ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ اور جنگی اصولوں کی مصلحت سے اپنے آپ کو ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ جب کافروں میں سے ایک نے آواز دے کر پوچھا کہ کیا محمدؐ زندہ ہیں؟ آپؐ نے صحابہ کو جواب دینے سے منع فرمایا۔ کیونکہ مصلحت اسی میں تھی۔ کافر ادھر سے خاموشی دیکھ کر سمجھنے لگے کہ گویا آنحضرت صلعم کام آگئے ہیں۔ تب انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہم کے متعلق پوچھا۔ ان کے متعلق بھی جواب دینے سے آپؐ نے صحابہؓ کو روکا۔ تب کافر اپنے بزعم میں کہنے لگے کہ مسلمانوں کے سارے لیڈر لڑائی میں کام آگئے ہیں۔

تب انہوں نے اپنے بڑے بت ہبل کا نعرہ لگایا۔ کیونکہ وہ اپنی فتح اُسی کی طرف ہی منسوب کرتے تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش نہ رہ سکے۔ اور جوش میں آکر صحابہؓ سے فرمانے لگے کہ تم اس کے مقابلہ میں اللہ کی بڑھائی کا نعرہ لگاؤ چنانچہ صحابہؓ نے ایسا ہی کیا۔ الغرض آپ میں خدا کی بڑھائی کے متعلق بہت غیرت تھی۔ آپ خطرہ کے موقعوں پر بھی خدا کی بڑھائی اور بتوں کا عجز ثابت کرنے سے نہ رکتے۔

عاشقِ صدق و سداد و راستی
دشمنِ کذب و فساد و ہر شرے

سچائی پکی بات۔ اور راستی کا عاشق اور جھوٹ۔ فساد اور ہر قسم کی برائیوں کا دشمن۔

ان اوصاف اور ایسی ہی دوسری بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے آپ کو بنی نوع انسان کے لئے اسوہ مقرر فرمایا۔ کیونکہ آپ کا ہر عمل قرآن شریف کے بتائے ہوئے اصولوں کے عین مطابق تھا۔

(باقی آئندہ)

وصیتیں

نمبر ۴۷۵۲

منکہ عزیز احمد ولد محمد علی صاحب قوم راجپوت پیشہ تجارت عمر ۳۰ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن بھیر وچیچی۔ ڈاکخانہ کاہنووان تحصیل وضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۳/۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ ۷۵ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۹ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد: عزیز احمد بقلم خود۔ حال محمود آباد فارم ضلع نواب شاہ۔ سندھ۔

گواہ شد: (نواب) محمد عبداللہ خاں۔

گواہ شد: ڈاکٹر محمد الدین محمود آباد فارم۔

نمبر ۴۷۴۸

منکہ نصیر احمد ولد نورالدین قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال تاریخ بیعت ۱۹ رجون ۱۹۱۴ء ساکن دہڑ چک ۴۵ ڈاکخانہ مومن۔ تحصیل وضلع شیخوپورہ۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸/۲/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری ملکیت میں کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ اس وقت میرا گذارہ میری ملازمت کی آمدنی پر ہے۔ جو اب مبلغ پچیس روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ بد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتا رہوں گا۔ میری وفات کے بعد میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی جائیداد کا یا اس کا کوئی جزو یا اس کی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ کردوں تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ یا جزو حصہ [illegible] شمار ہوگا۔

العبد: نصیر احمد حال وارد محمود آباد فارم ضلع نواب شاہ سندھ۔

گواہ شد: ڈاکٹر احمد الدین محمود آباد فارم۔

گواہ شد: محمد کریم محمود آباد فارم۔

نمبر ۴۷۴۶

منکہ ہدایت اللہ ولد مہر الدین قوم جٹ زمیندار پیشہ بڑھئی۔ عمر ۳۰ سال۔ تاریخ بیعت ۷ ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸/۲/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں ہے۔ میرا گذارہ کام دستکاری نجاری پر ہے۔ جس کی اوسط آمد اس وقت بیس روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد: ہدایت اللہ احمدی بقلم خود دارالصناعت قادیان۔

گواہ شد: محمد عبداللہ احمدی (بوتالوی) سپرنٹنڈنٹ دارالصناعت قادیان۔

گواہ شد: محمد اسحاق سیالکوٹی کلرک دارالصناعت

نمبر ۴۷۴۷

منکہ رحمت اللہ ولد میاں کوڑا صاحب قوم ارائیں ڈاکخانہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۴ فروری ۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔

(۱) ایک مکان پختہ مشتملبر دو کمرے وبرآمدہ وصحن جس کا کل رقبہ دس مرلہ اور مالیت اندازاً چھ سو روپیہ ہے۔

(۲) پانچ گھماؤں زرعی اراضی واقع موضع تلونڈی ڈاکخانہ چک جھمرہ ضلع لائلپور۔ جو میری جدی بلاشرکت غیرے ملکیت ہے۔ قیمتی اندازاً ایک ہزار روپیہ ہے

(۳) ایک مکان مشتملبر ایک کمرہ پختہ وایک کمرہ خام رقبہ اندازاً آٹھ مرلہ۔ قیمتی یکصد روپیہ موضع تلونڈی مذکور میں واقع ہے۔ اس کل جائیداد کی مجموعی مالیت سترہ سو روپیہ ہے۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اسوقت پندرہ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ وصیت کی مد میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔

العبد: رحمت اللہ مالی ساکن محلہ دارالسعت قادیان

گواہ شد: محمد امین بقلم خود محلہ دارالسعت۔

گواہ شد: محمد رمضان ساکن محلہ دارالسعت۔

نمبر ۴۷۶۰

منکہ جیئو بیوہ چوہدری نور محمد صاحب قوم زمیندار پیشہ زراعت عمر پچاس سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۰۷ء ساکن تلونڈی جھنگلاں۔ ڈاکخانہ قادیان۔ تحصیل بٹالہ۔ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۹ مارچ ۱۹۳۷ء بروز جمعہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائیداد ایک عدد سہیرہ نقرئی۔ دو عدد بند نقرئی وغیرہ زیورات قیمتی مبلغ یکصد روپیہ ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں۔ ہاں میرے مرنے پر اگر کوئی جائیداد ثابت ہوئی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان حقدار ہوگی۔

العبد: جیئو بیوہ چوہدری نور محمد مرحوم نشان انگوٹھا

گواہ شد: سکندر علی پنشنر ساکن بھینی بانگر۔

گواہ شد: سید احمد علی مولوی فاضل قادیان۔

گواہ شد: عبدالرحیم پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ تلونڈی جھنگلاں۔

نمبر ۴۷۵۷

منکہ محمد خاں ولد نظام الدین قوم بھٹی پیشہ ملازمت عمر ۳۴ سال۔ تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۳۱ء ساکن دوالمیال ڈاکخانہ خاص ضلع جہلم۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۰/۱/۳۷ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت صرف ایک رہائشی مکان ہے۔ جس کی کل قیمت چار سو روپیہ ہے۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائیداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت ۲۵ روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ المرقوم ۱۰/۱/۳۷

العبد: ہیڈ جمعدار محمد خاں سلیمانکی ہیڈ ورکس ضلع فیروزپور۔

گواہ شد: عبدالرحیم احمدی سلیمانکی ہیڈ ورکس ضلع فیروزپور۔

گواہ شد: بقلم خود رحمت علی ملازم ہیڈ ورکس سلیمانکی۔ ضلع فیروزپور۔

نمبر ۴۷۵۹

منکہ قطب الدین ولد میاں میراں بخش صاحب قوم بھٹی۔ پیشہ نرکھان عمر ۷۰ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۹ء ساکن لودی ننگل۔ ڈاکخانہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۷/۱/۲۳ ر حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری غیر منقولہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان خام واقع موضع لودی ننگل قیمت قریباً ۱۲۵ روپے ہے۔ اس کے علاوہ ایک عدد گائے قیمت ۲۸ روپے میرے پاس ہے۔ باقی گھر کا سامان چارپائیاں برتن کپڑے وغیرہ قیمتی ۵۰ روپیہ ہے۔ یعنی کل اس وقت میرے پاس مبلغ ۲۰۳ روپے کی جائیداد ہے اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میں مذکورہ بالا جائیداد کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور میرے ورثا میری اس وصیت کے پابند ہوں گے۔ بجز اس کے کہ میں اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں جمع کرا کر رسید حاصل کر لوں نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائیداد ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد۔ قطب الدین ولد میاں میراں بخش۔
نشان انگوٹھا۔

گواہ شد۔ فقیر اللہ بقلم خود سب انسپکٹر کوآپریٹو سوسائیٹیز۔ میاں چنوں حال لودی ننگل۔
گواہ شد۔ بقلم خود محمد اسحٰق دکاندار لودی ننگل۔
گواہ شد۔ میاں علم الدین پسر موصی نشان انگوٹھا

نمبر ۴۷۵۸

منکہ شیخ محمد شفیع ولد میاں حیات بخش قوم سیٹھی۔ عمر ۴۷ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۳ء ساکن جہلم شہر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ر جنوری ۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری موجودہ جائیداد کچھ کتابیں کچھ برتن اور کچھ نقدی جن کی مجموعی تعداد قیمت مبلغ چھ سو روپیہ ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے وقت اگر میری کوئی اور جائیداد بھی ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔

العبد: شیخ محمد شفیع سیٹھی احمدی محلہ شیخاں۔ جہلم۔

گواہ شد۔ عبد الاحد مولوی فاضل معلم مدرسہ احمدیہ
گواہ شد: عطا محمد ریٹائرڈ انسپکٹر آف ورکس محلہ شاہ گراں جہلم شہر۔

نمبر ۴۷۶۷

منکہ خلیل احمد ولد مولوی اللہ بخش صاحب مرحوم قوم جٹ لڑا کا۔ پیشہ عیالی عمر ۶۷ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن موضع سمراء۔ ڈاکخانہ تحصیل لودھراں۔ ضلع ملتان۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ر فروری ۱۹۳۷ء حسب وصیت کرتا ہوں۔ یہ کہ میری جائیداد اس وقت بہ تفصیل ذیل ہے۔ بھیڑیں ۶۱ر فی بھیڑ نو روپیہ کل قیمت ۵۴۹ روپے بکریاں ۱۸ عدد فی بکری چھ روپیہ۔ کل قیمت ۱۰۸ روپے مادہ گائے معہ بچھڑا پچاس روپے۔ زیورات چاندی آٹھ تولہ قیمت ۴۰ روپے نقد ۱۵۰ روپے کل میزان ۸۹۷ روپے جس میں نصف حصہ کا مالک میرا حقیقی بھائی عزیز احمد ہے میں اپنے نصف حصہ یعنی مبلغ ۴۴۸ روپے ۸ آنے کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ کہ ماسوا جائیداد مندرجہ صدر کے جو آمدنی مال مذکور کی خدمت گذاری سے پشم وغیرہ کے ذریعہ ہوگی۔ مع جائیداد مندرجہ عنوان کے ۱/۱۰ حصہ حوالہ انجمن مذکور کرتا رہوں گا۔ میری وفات کے بعد جو میری جائیداد۔ خواہ کسی قسم کی بھی ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اپنی حیاتی میں جو کچھ علاوہ حصہ آمد ماہوار کے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کرونگا وہ بوقت ادائیگی حصہ جائیداد بقیہ سے وضع کر لی جائے گی۔ یہ وصیت میں نے اپنی صحت بدنی اور قائمی ہوش و حواس سے بصد شوق کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عہد پہ تاحیات قائم رکھے۔ آمین

العبد۔ خلیل احمد بقلم خود۔

گواہ شد۔ مستری عبد الخالق بقلم خود لودھراں۔
گواہ شد۔ محمد سلطان سوداگر چرم لودھراں بقلم خود

نمبر ۴۷۷۳

منکہ عبد اللہ خاں ولد خیر الدین صاحب مرحوم قوم شیروانی مرزاخانی پیشہ ملازمت۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن مالیر کوٹلہ ریاست۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ حسب ذیل ہے۔

منقولہ۔ گائے مادہ ایک راس مالیتی مبلغ ۴۰ روپے قرضہ واجب الوصول ۲۴۰ روپے۔ کل ۲۸۰ روپے

غیر منقولہ۔ دو مکانات واقعہ محلہ مرزاخانی شہر مالیر کوٹلہ حدود اربعہ ذیل مالیتی اندازاً ۵۰۰ سو روپیہ مکان نمبر ۱ شمالاً مکان ولی محمد خانصاحب۔ شرقاً مولوی نواب خانصاحب مرحوم۔ غرباً و جنوباً شارع عام مکان نمبر ۲ شرقاً گلی شارع عام۔ غرباً مکان متذکرہ بالا مولوی نواب خاں صاحب مرحوم۔ شرقاً مکان مقبوضہ محمد نواز خانصاحب۔ جنوباً مکان فضل الرحمٰن خانصاحب مرزاخانی اراضی زرعی واقع موضع مالک مزرعہ و شہر مالیر کوٹلہ۔ ریاست مالیر کوٹلہ۔ قیمتی اندازاً تین ہزار روپیہ۔ جائیداد غیر منقولہ ..... میں میرا حصہ نصف ہے۔ اور نصف میں میری دو ہمشیرگان حقدار ہیں۔ میرا گذارہ میری غیر منقولہ جائیداد کی آمد کے علاوہ میری ملازمت کی آمد پر ہے۔ جو کہ تعداد ۴۰ روپے ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ بدوصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کراتا رہوں گا۔ میری وفات کے بعد میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی جائیداد کا کل حصہ وصیت یا اس کا کوئی جزو یا اس کی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں۔ تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ یا جزو حصہ ادا شدہ شمار ہوگا۔

العبد۔ عبد اللہ خاں مرزاخانی حال محمود آباد فارم نواب شاہ سندھ

گواہ شد۔ ڈاکٹر احمد الدین محمود آباد فارم سندھ
گواہ شد:۔ محمد شریف ولد چوہدری سردار خاں محمود آباد فارم سندھ۔

نمبر ۴۷۶۵

منکہ عزیز احمد ولد مولوی اللہ بخش صاحب مرحوم جٹ لڑا کا۔ پیشہ عیالی عمر ۳۰ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن موضع سمراء۔ ڈاکخانہ لودھراں ضلع ملتان۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ فروری ۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد اس وقت بہ تفصیل ذیل ہے ۶۱ بھیڑیں فی بھیڑ نو روپیہ میزان ۵۴۹ روپے بکریاں ۱۸ فی بکری ۶ روپیہ میزان ۱۰۸ روپیہ۔ مادہ گاؤ مع بچھڑا ایک ۵۰ روپیہ۔ زیورات چاندی وزنی ۸ تولہ قیمت ۴۰ روپیہ۔ نقد ۱۵۰ روپیہ موجود ہے کل میزان ۸۹۷ روپے جس میں سے نصف حصہ کا مالک میرا حقیقی بھائی میاں خلیل احمد ہے اپنے نصف حصہ مبلغ ۴۴۸ روپے ۸ آنے کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ نیز یہ کہ ماسوا جائداد مندرجہ صدر کے جو آمدنی مال مذکور کی خدمت گذاری سے پشم وغیرہ کے ذریعہ ہوگی مع جائیداد مندرجہ عنوان کے ۱/۱۰ حصہ حوالہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ میری موت کے وقت جو میری جائیداد خواہ کسی قسم کی بھی ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اپنی حیاتی میں جو کچھ علاوہ حصہ آمد ماہوار کے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرونگا

حسب ضابطہ رسید حاصل کروں گا۔ وہ بوقت ادائگی حصہ جائیداد بقیہ سے وضع کر لی جائے گی۔ یہ وصیت میں نے اپنی صحت بدنی اور قائمی ہوش و حواس سے بصد شوق خود کی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اس عہد پر تاحیات قائم رکھے۔ آمین۔

العبد۔ عزیز احمد موضع سمراء ضلع ملتان

گواہ شد۔ محمد سلطان بقلم خود سوداگر چرم بودہراں۔

گواہ شد۔ مستری عبد الخالق سیکرٹری انجمن احمدیہ بودہراں بقلم خود۔

نمبر ۴۷۶۹

منکہ محمد یوسف شاہ ولد سید معصوم شاہ صاحب قوم سید پیشہ ڈاکٹری ملازمت عمر ۳۷ سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۱۸ء ساکن مدینہ ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع گجرات۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱ فروری ۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد حسب ذیل ہے۔

ایک مکان پختہ واقع مدینہ ضلع گجرات قیمت اندازاً ۳۰۰۰ روپیہ بلا شرکت غیری میرا ہے۔ لیکن میرا گذارہ جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد تنخواہ پر ہے۔ جو مجھے اس وقت ۱۵۲ روپے ماہوار کے حساب سے ملتی ہے۔ میں اپنی آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں جو انشاء اللہ ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا۔ آمدنی کی زیادتی یا کمی کی صورت میں بھی اسی پر عمل درآمد کرونگا۔ اور محکمہ کارپردازان بہشتی مقبرہ کو اس سے اطلاع دیتا رہوں گا۔ انشاء اللہ اور اپنی جائداد غیر منقولہ یعنی مکان قیمتی تقریباً تین ہزار کے بھی ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں اس کے علاوہ جو رقم یا جائیداد میرے مرنے کے بعد متروکہ ہوگی۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور میرے ورثار میری اس وصیت کے پابند ہوں گے۔ اگر میں اپنی زندگی میں کچھ ادا کر دوں اور رسید حاصل کر لوں تو وہ رقم ادا کردہ حساب وصیت سے منہا کر دی جائے گی۔

العبد۔ محمد یوسف شاہ بقلم خود سب اسسٹنٹ سرجن ریلوے ہسپتال وزیر آباد۔

گواہ شد۔ سید بشیر احمد برادر زوجہ موصی بقلم خود ساکن کھاریاں۔

گواہ شد۔ ماسٹر فضل الٰہی سیکرٹری مال انجمن احمدیہ وزیر آباد۔

نمبر ۴۷۷۰

منکہ غلام رسول ولد چوہدری اللہ دتہ صاحب قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۴۲ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی۔ ساکن کوٹلی تارڑ۔ ڈاکخانہ قلعہ صوبہ سنگھ۔ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۷/۲/۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میں اپنی منقولہ غیر منقولہ جائیداد جو میرے حصہ میں آئے اپنے حصہ میں سے ۱/۱۰ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ علاوہ اپنی ماہوار آمد تنخواہ مبلغ ۳۰ روپے اور الاؤنس جس قدر ملتا رہے گا۔ اسکی بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں میرے مرنے کے بعد جو جائیداد ثابت ہوگی۔ اس کی بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ چوہدری غلام رسول ریلیونگ سگنیلر نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور ڈویژن حال محلہ صوفیاں لدھیانہ

گواہ شد۔ سید عنایت علی شاہ محلہ صوفیاں لدھیانہ

گواہ شد۔ سید صوفی عبد الرحیم محلہ صوفیاں لدھیانہ

* * *

اطلاع

بعض حلقوں میں یہ خبر مشہور کی جارہی ہے۔ کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ قادیان کو مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے کورٹ کا ممبر بنانے کے لئے اس سال خاص کوشش سے اُن کا نام فہرست معطیین میں شامل کیا گیا ہے۔ اور پھر کورٹ کا رکن بنایا گیا۔ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ اور مرزا صاحب موصوف کے انتخاب میں کوئی خاص جدوجہد عمل میں نہیں آئی۔ آپ مسلم یونیورسٹی کورٹ کے پرانے ممبر ہیں۔ اور سب سے پہلے معطیین کے حلقہ سے آپکا انتخاب پانچ سال کیلئے ۱۴ مارچ ۳۲ء کو ہوا تھا۔ پھر ۱۶ مارچ ۳۷ء کو گذشتہ پہلی میعاد رکنیت ختم ہونے پر معطیین نے دوبارہ آپ کو کورٹ کا ممبر منتخب کیا۔ اس لئے اس مرتبہ کوئی خاص نئی بات عمل میں نہیں آئی۔

نیاز مند،۔ رحم علی الہاشمی ڈائرکٹر

الحکم کا خلافت نمبر

میں نے اللہ تعالےٰ پر توکل اور بھروسہ کرکے یہ عزم کیا ہے کہ ۲۸ مئی ۳۷ء کو الحکم کا ایک خلافت نمبر شائع کروں۔ یہ نمبر انشاء اللہ ایک خاص شان کا نمبر ہوگا۔

اس نمبر میں کیا ہوگا؟ یہ نمبر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ۲۳ سالہ زرّیں خلافت کی علمی تصویر ہوگا۔ اور اپنے حجم، طباعت، کتابت اور فہرست مضامین کے لحاظ سے انشاء اللہ ایسا نمبر ہوگا۔ کہ الحکم کی گذشتہ تاریخ میں اس کی مثال نہ ملے گی۔

صفحات کے لحاظ سے یہ کم و بیش سو صفحے کا نمبر ہوگا۔

متعدد فوٹو اور عکس اس نمبر کی شان کو دوبالا کر رہے ہوں گے۔ اس نمبر کی قیمت کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ سردست جو جماعتیں یا افراد اس نمبر کی اشاعت میں حصہ لینا چاہیں وہ بواپسی بذریعہ کارڈ اطلاع دیں۔ تاکہ اسی قدر تعداد میں چھپوایا جاسکے۔

یہ نمبر اس لحاظ سے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ کی مقدس زندگی اور آپ کے عظیم الشان اعمال کا ایک مرقع ہوگا۔ اس قابل ہوگا کہ اس کی اشاعت ہندوستان کے کونہ کونہ میں کی جائے۔

تفصیلی اطلاعات اس نمبر کے متعلق بہت جلد شائع کی جائیں گی دریافت طلب امور کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں ؛

شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا